

خود غرضی

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَسَّ عَبْدُ الدِّينَارِ وَعَبْدُ الدَّرْهِمِ وَعَبْدُ الْخَمِصَةِ إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَإِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ تَعَسَّ وَانْتَكَسَ وَإِذَا شَيْكَ فَلَا تُنْقَشُ - [البخاری: ۲۸۸۷]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”دینار کا بندہ، درہم کا بندہ اور کمبل کا بندہ تباہ و برباد ہو گیا جس کو اگر کچھ دے دیا جائے تو خوش ہو جاتا ہے اگر کچھ نہ دیا جائے تو ناراض ہو جاتا ہے۔ ایسا آدمی ہلاک و برباد ہو گیا اور اوندا ہا گر پڑا۔ اگر اس کو کاٹا بھی لگے تو خدا کرے نہ نکالا جائے۔“

مکفرات الذنوب

(۲۵)..... وَعَنْ عُمَرُو بْنِ الْعَاصِ: رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ: أَبْسِطْ يَدَكَ فَلَا بَايِعَكَ، فَبَسَطَ يَمِينَهُ، فَقَبَضْتُ يَدِي فَقَالَ مَا لَكَ يَا عُمَرُو؟ قُلْتُ: أَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِطَ، قَالَ: تَشْتَرِطُ مَاذَا؟ قُلْتُ: أَنْ يُعْفِرَ لِي، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ يَا عُمَرُو! أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ - [مسلم: ۱۹۲/ ۱۲۱]

”عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نبی ﷺ کے پاس گیا میں نے عرض کیا آپ ہاتھ پھیلائیں تاکہ میں آپ کی بیعت کر لوں آپ نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ تو آپ نے فرمایا: عمرو! کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: کون سی شرط لگانا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: میرے سابقہ گناہ معاف کیے جائیں۔ آپ نے فرمایا: اے عمرو! کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسلام اپنے ما قبل کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے اور ہجرت بھی اپنے وجود سے پہلے کے تمام گناہ معاف کر دیتی ہے۔ اسی طرح حج بھی پہلے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔“

عمر بن العاص بن وائل سہمی قرشی ہیں، حدیبیہ کے سال مسلمان ہوئے۔ نبی ﷺ نے انہیں غزوہ ذات السلاسل میں امیر بنایا پھر عثمان کے امیر ہوئے۔ شام کی فتوح میں حصہ لیا مصر فتح کیا پھر عمر بن الخطاب، عثمان اور معاویہ رضی اللہ عنہم کے دور میں رہے۔

ابسط يدك فلا بايئك یعنی آپ اپنا ہاتھ پھیلائیں تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر آپ سے بیعت کر لوں۔ بیعت شرعی طور پر صرف نبی ﷺ کی اور آپ کے بعد خلفاء کی بیعت ہوتی تھی جس میں اطاعت کے لیے معاہدہ ہوتا تھا۔ بعض خاص خاص مواقع پر بھی نبی ﷺ صحابہ سے بیعت لیتے جس طرح حدیبیہ کے موقع پر آپ نے بیعت لی۔ جب آپ نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا تو حضرت عمرو بن العاص نے ہاتھ اپنی طرف کھینچ لیا آپ نے وجہ پوچھی تو کہنے لگے میں یہ شرط کرنا چاہتا ہوں کہ میرے گناہ معاف کیے جائیں۔ آپ نے فرمایا: اسلام، ہجرت اور حج پہلے گناہوں کو گرا دیتے ہیں۔ کسی حربی کافر کا اسلام قبول کرنا سابقہ تمام گناہوں کے ختم ہونے کا سبب بنتا ہے چاہے حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے مگر ذمی کافر کے مسلمان ہونے پر حقوق العباد معاف نہیں ہوتے بلکہ وہ بحال رہتے ہیں۔

اور ہجرت یعنی آپ ﷺ کی زندگی میں آپ کی طرف ہجرت کرنا اور آپ کی وفات کے بعد دارالحرہ سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا پہلے گناہ جو اسلام لانے کے بعد سرزد ہوئے وہ مٹا دیئے جاتے ہیں مگر مظالم معاف نہیں کیے جاتے۔

حدیث میں جو آتا ہے کہ ”لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ“ اس سے مراد یہ ہے: مکہ سے ہجرت کرنا فتح مکہ کے بعد ختم ہے۔ ورنہ ہجرت کا حکم کلی طور پر منسوخ نہیں صرف مکہ سے ہجرت کو آپ نے منسوخ فرمایا۔

اور حج بھی پہلے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے مگر حج بھی مظالم اور حقوق العباد کا کفارہ نہیں بن سکتا۔ جس طرح حدیث میں آتا ہے کہ من حج فلم يرفث ولم يفسق خرج من ذنوبه كيوم ولدته امه ”جس نے حج کیا اور اس میں گناہ یا بیہودگی نہ کی تو اپنے گناہوں سے نکل جاتا ہے جس طرح آج اس کو اس کی ماں نے جنا ہو۔“

شیخ تورپشتی نے کہ اسلام تو تمام گناہوں کا کفارہ بنے گا مگر ہجرت اور حج مظالم کا کفارہ نہیں بن سکتے اور کبار میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ اور بندے کا اپنا معاملہ ہے اللہ تعالیٰ چاہے تو معاف کر دے چاہے تو نہ معاف کرے۔ اس صورت میں حدیث کو صغائر پر محمول کیا جائے گا۔ اور ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حقوق العباد سے متعلق کبار کو بشرط توبہ معاف کر دے۔

حقوق العباد کے متعلق یہ حکم ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی نافرمان کو معاف کرنا چاہیں گے جب کہ اس کے ذمہ کچھ مظالم اور تاوان بھی ہوئے تو اللہ تعالیٰ اس صاحب حق کو اپنے پاس سے عظیم ثواب دے کر خوش کر دیں گے اور گناہ گار کو بھی معاف فرمادیں گے۔

فہرست

1	خود غرضی	جواہر پارے
2	ملکفات الذنوب	کلمۂ طیبہ
5	نقار خانے میں.....	اداریہ
7	احکام و مسائل	احکام و مسائل
9	اسلام سے خارج کر دینے والی چیزیں	عقائد و ایمانیات
11	فوائد الصلوٰۃ..... (۲) آخری	عبادات و اعمال
16	غیر اسلامی رسوم و رواج..... (۱)	تحقیق و تنقید
24	صحیحین میں غنائے جاریتین..... (۴)	تحقیق و تنقید
30	لباس کے آداب	حدیثۃ الاطفال
33	ایک راہزن راہب اور غریب مسافر	مواعظ و عبر
35	(خالد علیم)	شعر و ادب

دنیا پرستی

﴿بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْآخِرَةَ﴾

﴿خَيْرٌ وَأَبْقَى﴾ [الاعلیٰ: ۱۷، ۱۶]

”بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت زیادہ بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔“

﴿فَأَمَّا مَنْ طَغَى ۝ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝

فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَى ۝﴾ [النزعات: ۳۷-۳۹]

”اور جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو جہنم اس کا ٹھکانا ہے۔“

دنیا کی حیثیت

مستور بن شداد کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَاللَّهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ أَصْبَعَةً فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمِ يَرْجِعُ -

[مسلم: ۵۵/۲۸۵۸]

”اللہ کی قسم آخرت کی نسبت دنیا کی حیثیت صرف

اتنی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں

ڈال کر نکالے پھر دیکھے کہ اس کے ساتھ کیا کچھ

آتا ہے۔“

یکم تا ۷ فروری ۲۰۰۸ء..... (۱۴۸)..... ۲۲ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

غصہ کا علاج

سلیمان بن صرد کہتے ہیں کہ دو آدمی آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے اور ان میں ایک سخت غضب ناک

حالت میں اپنے ساتھی کو گالیاں دے رہا تھا اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا تو نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي لَا أَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ .

”میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں جس کو اگر یہ شخص کہہ دے تو اس کی یہ کیفیت جس میں یہ مبتلا ہے، ختم ہو جائے وہ یہ ہے:

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ .

میں شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔“

نقار خانے میں.....

حافظ احمد شاہ

اداریہ

ضروریاتِ زندگی..... خوراک، لباس، دوائی..... کی مہنگائی نے عوام کی کمر دہری کر رکھی تھی کہ روشن خیال حکومت کی روشن پالیسیوں نے حکومتی واجبات بڑھانے کا نادر طریقہ یہ اختیار کر لیا ہے کہ سر دیوں کے آخر میں بجلی کے نرخ بڑھا دینا اور گرمیوں کے آخر میں گیس کی قیمتوں میں اضافہ کر دینا۔ حکومتی اعلانات سے ہمارے علم میں یہ آیا کہ حکومت گندم اور ایندھن..... پٹرول وغیرہ..... کی قیمتوں میں خود بھی کچھ حصہ ڈالتی ہے (جسے سب سڈی کہا جاتا ہے۔) گزشتہ دنوں سے اخبارات میں ایسے اعلانات آرہے ہیں کہ حکومت اب سبسڈی ختم کر رہی ہے۔ پٹرول وغیرہ کی قیمتوں میں غالباً انتخابات تک کے لیے ٹھہراؤ رکھا ہوا ہے۔ اب تصور کیجیے کہ آٹا جب حکومتی تعاون کے ساتھ ۲۰/- سے ۲۵/- روپے کلوی یعنی ۸۰۰/- سے ۱۰۰۰/- روپے من تک اور پٹرول کم و بیش ۶۰/- روپے فی لیٹر تک پہنچ چکا ہے تو حکومتی تعاون کے بغیر یہ قیمتیں کہاں جا پہنچیں گی۔ حکومت کا یہ انداز تو ہمیں سمجھ نہیں آیا کہ بنیادی ضرورتوں میں تو اس نے دست تعاون کھینچ لینے کا فیصلہ کر لیا لیکن عوام الناس کو روزگار مہیا کرنے کی ذمہ داری کس کی ہے؟ اگر حکومت کی ہے تو وہ اس کو کہاں تک ادا کر رہی ہے؟ ہماری روشن خیال حکومت نے برسر روزگار سرکاری ملازمین کو تو (گولڈن شیک بینڈ) نقد ادائیگیاں کر کے روزگار سے فارغ کر دیا اور ان کی جگہ کئی کئی ملازمین کی تنخواہوں میں صرف ایک من بھاتا مشیر رکھنا یعنی ہاتھی پالنا شروع کر دیا ہے حکومت نے ایک روشن خیال پالیسی یہ بھی ایجاد کی ہے کہ سرکاری اداروں میں مستقل ملازمتیں ختم کر کے آئندہ تقریباً تمام محکموں میں کنٹریکٹ کی بنیاد پر ملازمتیں دینے کا اصول بنا دیا ہے تاکہ جو لوگ روزگار کے لالچ میں تعلیم حاصل کرتے تھے ان کی علم حاصل کرنے کی حوصلہ شکنی ہو اور وہ مزید پڑھنے کا روگ نہ پالیں تاکہ چند سال بعد ہم پھر دفتری امور کے لیے غیروں کے دستِ نگر بن جائیں، یا شاید خاتمِ بدہن پھر کوئی ”ویسٹ پاک کمپنی“ آ جائے۔

اعلیٰ سرکاری افسران کی تنخواہوں میں اضافے بھی فراخ دلی سے کیے گئے اور الاؤنسز یعنی عام بنیادی سہولتوں کے علاوہ گاڑی..... بلکہ گاڑیاں..... ڈرائیور، پٹرول، ٹیلی فون، گیس، بجلی اور دیگر سرکاری واجبات کی عدم ادائیگی کی موج افسران کو الگ عطا کی گئی۔ جمہوریت کی بنیاد تو پارلیمنٹ ہوتی ہے کہ وطن عزیز کے مسائل پر غور و فکر، اس کے لیے پالیسیاں وضع کرنا اور قانون سازی کرنا اس کی اور اس کے ممبران کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ یہ مقصد کس قدر پورا ہوا! رع کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا؟ ہاں البتہ اُس کے قومی و صوبائی اراکین کے لیے الاؤنسز، سہولتوں اور استحقاق کی فراوانی سے ان کو نہال کر دیا گیا نیز اپنے منظور نظر افراد کو امپورٹ ایکسپورٹ کے سرکاری کوٹے دینا، ٹھیکے دلانا، ایوان صدر، وزیراعظم ہاؤس اور دیگر سول اداروں کے بے محابا اخراجات، ریٹائرڈ کیے جانے والے سول و عسکری افسران کو لا متناہی واجبات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ دوبارہ بلکہ بار بار کنٹریکٹ پر ملازمتیں دینا، ان سب پالیسیوں کے نتیجے میں بے روزگاری روز افزوں نہ ہوگی تو اور کیا ہوگا؟ کیا ان اقدامات سے طبقاتی فاصلے نہیں بڑھیں گے؟ فتنی دباؤ اور فکری تناؤ میں اضافہ نہیں ہوگا؟ نتیجتاً ناکامی، ناامدادی اور مایوسی میں مبتلا افراد اڑیں گے، جھگڑیں گے، ڈاکے ماریں گے اور خود کشیاں ہوں گی؟ اور بالآخر غربت تو رہے گی لیکن غریب ختم ہو جائیں گے۔

سطور بالا کی تحریر میں اپنے علم و فہم کے مطابق تجزیہ تو ہم نے کر لیا اس کا حل درج ذیل نکات سے شاید ممکن ہو:

①..... ملٹی میٹنل کمپنیاں سہولتوں اور آرائش و زیبائش کے نام پر عوام الناس میں نمائش کا جو زہر پھیلا رہی ہیں موجودہ اور آئندہ آنے والی حکومت اور حکمرانوں کو اس پر گہری نظر رکھ کر کنٹرول کرنا چاہیے۔ بلکہ اگر بیوروکریٹس حضرات چاہیں تو پالیسیوں ہی سے ان کا ناطقہ بند کر سکتے ہیں یہ اگر ہو جائے تو ملک پر بڑا احسان اور قوم کی اہم خدمت ہوگی معاشرتی خرابیوں سے قطع نظر یہ کمپنیاں نفع کی صورت میں یہاں سے سارا سرمایہ بیرون

ملک منتقل کر رہی ہیں۔

- ①..... حکومتی یعنی افسران مجاز کے صوابدیدی اخراجات کم کر کے برائے نام کی حد تک لے جائے جائیں۔
- ②..... گریڈ ۱۶ اور اس سے بڑے افسروں کی تنخواہیں بے شک جس قدر چاہیں بڑھا دیں لیکن ان کو کرایہ مکان، گاڑی، ڈرائیور، پٹرول، ٹیلیفون بلز کے مد میں بالکل کچھ نہ دیا جائے وہ مذکورہ بالا اخراجات اپنی تنخواہ ہی سے پورے کریں۔
- ③..... تمام ممبران سینٹ قومی و صوبائی اسمبلیوں کو بھی صرف نقد تنخواہ دی جائے۔ سینٹ اور قومی و صوبائی اسمبلیوں کے ممبران کے درجہ بہ درجہ سکیل بنائے جائیں۔ دیگر سہولتیں بالکل ختم کر دی جائیں۔
- ④..... ریٹائر ہونے والے افسروں کو دوبارہ کنٹریکٹ پر رکھنا ممنوع قرار دیا جائے تاکہ ان کے پیچھے آنے والے لوگ ترقی کریں اور مزید ضرورت مندوں کو روزگار ملنے کے مواقع میسر آتے رہیں۔
- ⑤..... جیسا کہ موجودہ محترم آرمی چیف نے فوجیوں کو سول محکموں سے واپس بلانے کا خوش آئند اعلان کیا ہے آئندہ کسی فوجی افسر کو کسی سول محکمے میں کوئی ذمہ داری نہ سونپی جائے تاکہ بے روزگاری کی شرح کچھ تو گھٹے۔
- ⑥..... وطن عزیز کا اناج..... گندم، دالیں، چاول وغیرہ..... کو اس وقت بیرون ملک بھیجنے کی اجازت نہ دی جائے جب تک یہاں کی ضروریات مکمل نہ ہو جائیں۔ جیسا کہ اس مرتبہ گندم باہر بھیجنے کے نتیجے میں اس تلخ صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔
- ⑦..... حکومت اگر خوراک و ایندھن پر سب سڈی ختم کرنا چاہتی ہے تو بے شک کر دے لیکن (۱) ایندھن..... تیل، گیس وغیرہ..... لاگت پر یا معمولی نفع لے کر عوام کو مہیا کرے یعنی اس پر دو گنا اور تین گنا نفع نہ کمائے۔ (ب) کاشت کاروں کو بجلی، کھاد، بیج رعایتی نرخوں پر مہیا کرے۔
- ⑧..... ادویات کی قیمتوں پر کنٹرول کے لیے دوا ساز کمپنیوں کی طرف سے ڈاکٹر حضرات کو تحفے تحائف دینے پر مکمل پابندی لگا دی جائے اور ان کو پابند کیا جائے کہ ایک ہی نسخہ کی ادویات..... چاہے نام مختلف ہوں..... کی ایک ہی قیمت مقرر کریں۔
- ⑨..... موبائل فون کے حصول کو مشکل سے مشکل تر بنایا جائے، ان کی نگرانی کی جائے کہ یہ موبائل فون بے پناہ اخراجات کے علاوہ بہت سے جرائم و اخلاقی بگاڑ کا باعث بن رہے ہیں۔
- ⑩..... وطن عزیز میں اصحاب مال اور اصحاب خیر کی کمی نہیں۔ ان سب اہل خیر کو اعتماد میں لیا جائے اور انہی کی تجاویز کی روشنی میں انھیں آمادہ کیا جائے کہ وہ..... سرکاری مداخلت کے بغیر..... عوام کی بنیادی ضروریات..... خوراک، لباس، ادویات..... عوام تک کم از کم نرخوں میں کس طرح پہنچانا ممکن ہے۔
- وطن عزیز میں بہت سے رفاہی ادارے، ٹرسٹ اور افراد ایسے تھے جو عوام الناس کی خدمت، دوا، خوراک، لباس، بستری اور مکانات کے ذریعہ کر رہے تھے حکومت نے مغربی عشوہ طراز کا اشارہ ابرو پا کر ان سب کو تقریباً دہشت گردی کا عنوان دے کر بند کر دیا ہے یا ان پر پابندی لگا دی ہے۔ حالانکہ حکومت اگر ان کی اور ان کے میدان عمل کی نگرانی کرنا چاہے تو اس کے لیے کوئی مشکل نہیں۔ ایسے افراد، ٹرسٹ اور اداروں کو عوام الناس کی خدمت کی اجازت دے دینی چاہیے کہ بھلے کام کی اجازت و دلالت بذات خود بھلائی ہوتی ہے۔
- لیڈران قوم! یعنی سیاسی جماعتوں، ان کی قیادتوں اور امیدواران قومی و صوبائی اسمبلیوں سے بھی درخواست ہے کہ وہ پہلے اپنے ووٹروں کے چولہے جلائیں، ان کا تن ڈھانپیں اور ان کی صحت کا خیال رکھیں تو ان کی یہ نیکی بھی ہوگی اور ان کو ووٹ بھی بھر پور ملیں گے۔ اشتہارات، بیئر، فلیکسو بورڈ اور وال چانگک میں سے کچھ رقم بچا کر عوام الناس کے تن اور من کے لیے خرچ کریں ورنہ دنیا یا آخرت میں عوام الناس کے ہاتھ جب تمہارے گریبان تک پہنچیں گے تو پھر چھڑانے والا کوئی نہ ہوگا۔ ہے تو یہ نقار خانے میں طوطی کی آواز تاہم۔
- اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں لیکن شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

①..... اہل علم کے ”مولانا“ یا ”مولوی صاحب“ کا استعمال

②..... ولی کے بغیر پڑھے ہوئے نکاح کی تصحیح و تجدید کا طریقہ؟

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ خان مدنی صاحب

”اور وہ دیکھتا سنتا ہے۔“

﴿فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ [الذہر: ۲]

”تو ہم نے اس کو سنتا دیکھتا بنایا۔“

پہلی آیت میں سمع و بصر اللہ کی دو صفیتیں بیان ہوئی ہیں اور دوسری آیت میں بعینہ یہی صفیتیں انہی الفاظ کے ساتھ انسان کی ذکر ہوئی ہیں لیکن اللہ کا سنا دیکھنا انسان کی طرح نہیں، اول الذکر آیت کے پہلے حصہ میں ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾

اس جیسی کوئی چیز نہیں۔ اسی لیے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یسمع لا کسمعنا ویبصر لا کبصرنا۔ یعنی ”اللہ کا سنا دیکھنا ہمارے سننے دیکھنے کی طرح نہیں“ جس وہ خود بے مثال ہے اس طرح اس کی صفات بھی بے مثال ہیں۔ بندہ جس طرح خود عاجز محتاج ہے اسی طرح اس کا سنا دیکھنا بھی اس کی حیثیت کے مطابق ہے۔ اسی طرح اللہ مولانا ہے اپنی شان کے مطابق اور بندہ مولانا ہے اپنی قابلیت کے مطابق۔

لفظ ”مولوی“ کا معنی ہے اللہ والا۔ یہ لفظ اپنی جگہ درست ہے اس میں کوئی قباحیت نہیں۔ جب کہ ”مولانا“ سے مقصود محض ادب و احترام ہوتا ہے۔ اگر یہی مقصود ہو تو استعمال میں کوئی قباحیت نہیں۔

سوال: میرا تعلق ضلع نارووال کے ایک گاؤں سے ہے۔ میرا چچا مقبول احمد فوت ہو چکا ہے۔ اُس کی اولاد تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ بڑے بیٹے اور ایک بڑی بیٹی کی شادی ہو چکی ہے، باقی اولاد غیر شادی شدہ ہے۔ غیر شادی شدہ دو بیٹیوں کی عمر تقریباً ۱۹ سال اور ۱۷ سال ہیں۔ یہ دونوں بیٹیاں (شازیہ، نازیہ) اپنے گاؤں

سوال: سورۃ البقرۃ کی آخری آیت کے آخری چھ الفاظ میں ایک لفظ ”انت مولانا“ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے استعمال ہوا ہے۔ ہمارے ہاں عالم دین اور مسجد کے خطیب و امام صاحب کے لیے جو لفظ ”مولوی“ یا ”مولانا“ بولا جاتا ہے تو کیا یہ جائز ہے؟ ان الفاظ کا مفہوم کیا سورۃ البقرۃ میں استعمال کیے گئے لفظ سے مختلف ہے؟ ایسے افراد کے لیے ”علامہ“ یا ”شیخ“ وغیرہ کیا زیادہ موزوں الفاظ نہیں ہیں؟ [والسلام، اطہر الحق]

جواب: اصل بات یہ ہے کہ لفظ ”مولوی“ کے عربی زبان میں کئی معانی اور استعمالات ہیں جن کی تفصیل فتح الباری شرح بخاری [۳۱۲/۸] میں مرقوم ہے، ان میں سے معاون، مددگار اور شریعت کی تعلیم دینے والا بھی ہے۔

ہر ایک کی طرف نسبت اس کی حیثیت کے اعتبار سے ہوگی۔ قرآنی الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ ”اے اللہ! تو ہمارا کارساز اور مددگار ہے۔“ [تفسیر قرطبی: ۳/۴۱۳]

غزوہ احد کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قائد کفار ابوسفیان کے جواب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا:

«قولوا لله مولانا ولا مولی لکم»

[بخاری مع فتح الباری: ۷/۳۵۱]

”کہو: اللہ ہمارا کارساز اور ناصر ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔“ لہذا جب اس کا اطلاق انسان پر ہوتا ہے تو اس سے مراد معلّم قرآن یا معلّم خیر ہے۔ واضح ہو کہ الفاظ کے لفظی اشتراک سے معنوی اشتراک لازم نہیں آتا، مثلاً قرآن میں ہے:

﴿وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [الشوری: ۱۱]

کے دو بھائیوں (نسیم اور مطیع) کے ساتھ شیطانی چکر میں مفرور ہو گئیں ہیں۔ فرار کی حالت میں لڑکوں کے باپ نے لاہور کے کسی علاقہ میں نکاح پڑھوا کر پاکستانی عدالت میں پیش کر کے اُس کی تصحیح کروائی ہے۔ اس کے بعد ان دونوں جوڑوں کو کراچی بھیج دیا گیا۔ اب تقریباً دو سال کے بعد یہ دونوں جوڑے گاؤں واپس آ گئے ہیں۔ ان میں سے ایک جوڑے کے دو بچے ہیں ایک جوڑے کی ایک بچی ہے۔

میرا سوال یہ ہے کہ کیا یہ نکاح جو پاکستانی عدالت سے تصحیح شدہ ہے، اسلامی نکاح قرار دیا جاسکتا ہے؟ یا کہ مشہور و معروف حدیث «لا نکاح الا بولی» کے تحت یہ نکاح فاسد ہے؟ اگر یہ نکاح درست نہیں ہے تو کیا اس کی تجدید یا تصحیح کی کوئی صورت ہے؟ متاثرہ دونوں خاندان ان جوڑوں کی اصلاح کیسے کریں؟ اگر متاثرہ خاندان اور گاؤں والے ان جوڑوں کی اصلاح نہیں کرتے تو کیا یہ ان کو تحفظ فراہم کرنے کے جرم میں عند اللہ مجرم ٹھہریں گے؟ قرآن و سنت اور فہم سلف صالحین کی روشنی میں ہماری اس کرہناک اور الناک صورتِ حال میں راہنمائی فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

جواب: نکاح کے لیے ولی کا موجود ہونا اور اُس کی اجازت شرط ہے۔ حدیث میں ہے:

«لا نکاح الا بولی»

یعنی ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ لہذا بالا صورت میں پڑھا ہوا نکاح قابل اعتبار نہیں۔

اب ان کی اصلاح کی صورت یہ ہے کہ دونوں جوڑوں میں تفریق کرا دی جائے پھر ان سے توبہ کا اقرار لیا جائے۔ مزید کم از کم ایک ماہواری کا انتظار کیا جائے اور اگر کوئی حاملہ ہے تو وضع حمل تک انتظار ہوگا۔ بعد ازاں نئے سرے سے دونوں جوڑوں کا نکاح پڑھا جائے اور موجود اولاد کا انتساب اپنے باپوں کی طرف ہوگا۔ کیوں کہ یہ جو کچھ ہونا واقعی کی بنا پر ہے اور نا واقعی شرعاً عذر ہے۔

یکم تا 7 فروری 2008ء..... (152)..... 22 محرم الحرام 1429ھ

اگر یہ جوڑے اپنی شیطانی حرکت پر بضد رہیں تو پھر ان سے بایکاٹ کر دینا چاہیے۔ مشکوٰۃ باب الامر بالمعروف میں ہے کہ اگر کسی قوم میں کوئی گناہ ہوتا ہو اور وہ قوم ظالم کا ہاتھ پکڑنے پر قادر ہو پھر وہ نہ پکڑے تو اللہ کی طرف سے سب پر عذاب آئے گا۔

واللہ ولی التوفیق



شیخ الحدیث حافظ بنیامین طور کے لیے دعائے صحت

شیخ الحدیث حافظ بنیامین طور رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن) کا گزشتہ دنوں فون آیا تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ میرے گردے کا چند دنوں کے بعد جنرل ہسپتال لاہور میں آپریشن تجویز ہوا ہے۔ میری جماعت کے مخلص احباب سے گزارش ہے کہ وہ موصوف کی صحت کا ملہ و عاجلہ کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔

اللھم اشغله شفاء كاملا عاجلا. [ابوجزہ طور، گوجران والا]

ہفت روزہ الانصاف، لاہور کی اشاعت خاص



مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجپانی

تاریخ علمائے اہل حدیث میں ایک گراں قدر اضافہ

عنوانات

✽ سوانح ✽ شخصیت ✽ 60 سالہ علمی تہذیب ✽ صحافتی و تبلیغی خدمات ✽ سیاسی کردار ✽ منتخب خطوط ✽ نادر تحریریں ✽ منظوم خراج عقیدت

صفحات: 1230 عمدہ جاپانی کاغذ قیمت: -/400 روپے

○ ہفت روزہ الاعتصام ۳۱-شیش محل روڈ لاہور ○ مکتبہ سلفیہ ۲۰-شیش محل روڈ لاہور
○ کتاب سرائے، اردو بازار، لاہور ○ مکتبہ قدوسیہ، لاہور
○ والی کتاب گھر، اردو بازار، گوجرانوالہ ○ مکتبہ اسلامیہ، لاہور و فیصل آباد
○ کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار، راولپنڈی ○ قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی



اسلام سے خارج کردینے والی چیزیں

ترجمہ: محمد حسن موہل، دیپالپور

اے برادرانِ اسلام! جان لو یقیناً اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تمام انسانوں پر اسلام میں داخل ہونا، اس کو مضبوطی سے پکڑنا اور جو چیز اس کے مخالف ہو اس سے بچنا اور دور رہنا واجب کر دیا ہے اور اسی دین اسلام کی طرف دعوت دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور بتلادیا کہ جس نے محمد ﷺ کی پیروی کی تو یقیناً وہ ہدایت پا گیا اور جس نے آپ ﷺ کی نافرمانی کی اور اعراض کیا تو وہ گمراہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے کئی آیات میں ارتداد کے اسباب اور کفر و شرک کی جمیع انواع و اقسام سے ڈرایا ہے۔ اور علمائے کرام نے مرتد کے حکم کے باب میں ذکر کیا ہے کہ کبھی کبھی مسلمان کئی ایسے نواقض کا ارتکاب کر لیتا ہے جو اس کے خون اور مال کو مباح کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ دین سے خارج اور مرتد ہو جاتا ہے۔ ان نواقض میں سب سے زیادہ خطرناک اور کثرت سے واقع ہونے والے دس ہیں۔ آئندہ سطور میں ہم ان سے عافیت اور سلامتی مانگتے ہوئے انہیں اختصار و ابجاز اور کچھ توضیحات کے ساتھ بیان کریں گے تاکہ تمام مسلمان بھائی ان نواقض سے ڈریں اور اپنے آپ کو ان کے ارتکاب سے بچائیں۔

(۱)..... الاول: اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ [النساء: ۴۸]

”بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے جسے چاہے گا بخش دے گا۔“

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا وَهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ [المائدة: ۷۲]

”بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک

بنائے تو یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے۔“

مردوں سے دعا مانگنا اور ان سے مدد چاہنا اور ان کے لیے نذر و نیاز اور جانور ذبح کرنا اللہ کی عبادت میں شرک ہے۔

(۲)..... الثانی: جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان ایسے واسطے اور وسیلے بتاتا ہو کہ ان کو پکارے اور ان سے شفاعت کا سوال کرے اور ان پر توکل اور اعتماد کرے تو ایسا آدمی بالاجماع کافر ہے۔

(۳)..... الثالث: جو مشرکین کو کافرنہ کہے یا ان کے کفر میں شک کرے یا ان کے مذہب کو صحیح سمجھے تو ایسا آدمی کافر ہے۔

(۴)..... الرابع: جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کی ہدایت اور سیرت زیادہ کامل و اکمل ہے یا آپ کے حکم و فیصلہ کے علاوہ کسی دوسرے کا حکم و فیصلہ احسن (زیادہ اچھا) ہے۔ مثلاً وہ لوگ جو طواغیت کے حکم و فیصلے کو آپ کے حکم و فیصلے پر ترجیح دیتے ہیں تو ایسا آدمی کافر ہے۔

(۵)..... الخامس: جو شخص بھی نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین کی کسی بات سے بغض و عناد رکھے اگرچہ اس پر عمل بھی کرتا ہو۔ تو ایسا شخص بھی کافر ہے کیوں کہ فرمان ربانی ہے:

﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا مَا أَشْعَطَ اللَّهُ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَخْبَطَ أَعْمَالَهُمْ﴾ [محمد: ۲۸]

”یہ اس لیے کہ بے شک انہوں نے اس چیز کی پیروی کی جس نے اللہ کو ناراض کر دیا تو اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔“

(۶)..... السادس: جو شخص رسول اللہ ﷺ کے دین کی کسی چیز یا ان کے ذکر کردہ کسی ثواب یا عذاب کا مذاق اڑائے تو کافر ہو جاتا ہے۔ اس کی دلیل اللہ عز و جل کا یہ فرمان ہے:

﴿قُلْ أَبِاللَّهِ وَالْآيَةِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ لَا

کے ساتھ نصیحت کی گئی پھر اس نے اس سے منہ پھیر لیا۔ یقیناً ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔“

واضح رہے کہ یہ تمام نواقض اسلام چاہے کوئی انسان ہنسی مذاق سے کرے یا سنجیدگی سے یا کسی کے خوف اور ڈر سے کرے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور آدمی کافر ہی رہتا ہے ہاں مگر ایسا شخص جسے مجبور کر دیا گیا ہو تب وہ مستثنیٰ ہو جاتا ہے۔ یہ تمام نواقض حد درجہ خطرناک ہیں اور یہی نواقض کثرت سے واقع بھی ہوتے ہیں۔ لہذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ان نواقض (اسلام کو توڑنے والی چیزوں) سے ضرور بچے اور ان میں گرفتار ہوجانے سے ڈرتا رہے۔

چوتھی قسم میں ایسا شخص بھی داخل ہے جو انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین اور نظاموں کو شریعت اسلام سے افضل و بہتر سمجھتا ہے یا وہ سمجھتا ہے کہ بیسویں صدی میں نظام اسلام کا نفاذ اور تطبیق درست نہیں ہے یا یہ سمجھتا ہے کہ اسلام کا نفاذ مسلمانوں کی ترقی سے پیچھے رہنے کا باعث ہے یا وہ اسلام کو صرف اسی بات میں محصور کر دے کہ یہ تو صرف بندے کا اپنے رب سے معاملہ اور تعلق ہے اور زندگی کے دوسرے معاملات میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے۔

اور چوتھی قسم میں ایسا شخص بھی داخل ہے جو یہ کہتا ہے کہ عصر حاضر میں شادی شدہ زانی کو رجم کرنے اور چور کا ہاتھ کاٹنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا نفاذ غیر مناسب اور ناجائز ہے۔

اور اس میں ایسا شخص بھی داخل ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ معاملات اور حدود وغیرہ میں اللہ کی شریعت کے بغیر حکم و فیصلہ کرنا جائز ہے اگرچہ اس کا یہ عقیدہ نہ بھی ہو کہ ایسا کرنا شریعت کے حکم سے افضل ہے۔ کیوں کہ اس کے ساتھ اس نے ایسی چیز کو جائز و حلال کر لیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اور ہر وہ شخص جو ایسی چیز کو جائز و حلال کرے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو اور وہ چیز دین میں ضروری طور پر معلوم بھی ہو جس طرح زنا، شراب، سود اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کے بغیر فیصلہ کرنا تو ایسا شخص بالاجماع کافر ہے۔

نعوذ باللہ من موجبات غضبه وأليم عقابه و صلى
اللہ علی خیر خلقه محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ﴿التوبة: ٦٥، ٦٦﴾

”کہہ دے کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے بہانے مت بناؤ بے شک تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو چکے ہو۔“

(۷)..... السالغ: جادو کرنا، محبت کے ٹونے اور کسی کی محبت سے دل پھیرنا بھی اسی میں داخل ہے۔ پس جو شخص بھی یہ کام کرے یا اس پر راضی ہو تو وہ کافر ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَمَا يَعْلَمِينَ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ [البقرة: ١٠٢]

”اور وہ دونوں کسی ایک کو نہیں سکھاتے یہاں تک کہ کہہ دیتے ہم تو محض ایک آزمائش ہیں سو تم کفر نہ کرو۔“

(۸)..... الثامن: مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی مدد اور ان سے تعاون کرنا اس کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے۔

﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ [المائدة: ٥١]

”اور تم میں سے جو ان (یہود و نصاریٰ، کفار) کو دوست بنائے گا تو یقیناً وہ انہی میں سے ہوگا۔“

(۹)..... التاسع: جو شخص بھی یہ عقیدہ رکھے کہ بعض افراد شریعت محمدیہ کی تابعداری سے مستثنیٰ ہیں اور بعض کا شریعت سے خروج جائز ہے۔ تو کافر ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [آل عمران: ٨٥]

”اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔“

(۱۰)..... العاشر: اللہ کے دین سے اعراض کرنا یعنی نہ اس کا علم حاصل کرنا اور نہ اس پر عمل کرنا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ﴾ [السجدة: ٢٢]

”اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیات

فوائد الصلوة

قاری ذکاء اللہ، حافظ آبادی

نیکیوں سے برائیاں دور ہونے کی صورتیں:

نیکیوں سے برائیاں دور ہونے کی تین صورتیں ہیں:
ایک یہ کہ جو شخص نیکیاں بہ کثرت کرے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ دوسری یہ کہ اس سے برائی کی عادت چھوٹ جاتی ہے۔ تیسری یہ کہ جس معاشرہ میں نیکی کے کام بہ کثرت ہو رہے ہوں برائیاں از خود وہاں سے رخصت ہونے لگتی ہیں اور سر نہیں اٹھا سکتیں۔ کیا نماز مکفرة الذنوب ہے؟ اس سوال کی وضاحت درج ذیل احادیث رسول سے ہوتی ہے:

①..... سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”فتنة الرجل في اهله وماله وولده وجاره تكفرها الصلوة والصوم والصدقة والامر والنهي - [بخاری، کتاب مواقیب الصلوة، باب الصلوة كفارة، رقم

الحدیث: ۵۲۵]

”آدمی کی آزمائش اس کی بیوی، اس کے مال، اس کی اولاد اور اس کے پڑوسی میں ہوتی ہے۔ اور نماز، روزہ، صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کا کفارہ بن جاتے ہیں۔“

②..... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة ورمضان الى رمضان مكفرات ما بينهن اذا اجتنب الكبائر - [مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة ورمضان الى رمضان مكفرات لما بينهن ما اجتنب الكبائر، رقم الحدیث: ۵۵۲]

”پانچوں نمازیں ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک

رمضان سے دوسرے رمضان تک کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ جب کہ وہ بڑے گناہوں سے اجتناب کرتا رہے۔“
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
”ارأيتم لو ان نهرأ بباب احدكم يغتسل فيه كل يوم خمسا ما تقول ذلك يبقی من درنه قالوا لا يبقی من درنه شيئا قال فذلك مثل الصلوات الخمس يمحو الله به الخطايا - [بخاری، کتاب مواقیب الصلوة، باب الصلوات الخمس كفارة، رقم

الحدیث: ۵۲۸]

”بھلا بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہتی ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ بار نہا لیا کرے تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل کچیل باقی رہ جائے گا۔ لوگوں نے جواب دیا نہیں ذرا بھی نہیں رہے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے اللہ ان کے ذریعہ گناہ مٹا دیتا ہے۔“

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

”ما من عبد يذنب ذنبا فيحسن الطهور ثم يقوم فيصلي ركعتين ثم يستغفر الله الا غفر الله له -“
”جب کوئی انسان گناہ کر بیٹھتا ہے تو اچھی طرح وضو کر کے دو رکعتیں پڑھتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتے ہیں۔“

پھر انہوں نے یعنی (ابو بکر صدیق) نے یہ آیت تلاوت فرمائی:
﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا

اللَّهُ فَاسْتَغْفِرُوا الذُّنُوبَ لَهُمْ وَمَنْ يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ قَدْ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٣٤﴾

[آل عمران: ۱۳۴]

”وہ لوگ کہ جب ان سے کوئی برا کام ہو جاتا ہے یا وہ اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو فوراً انہیں یاد آ جاتا ہے۔ اور وہ اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگتے ہیں۔ کون ہے اللہ کے سوا جو گناہ معاف کر سکے اور وہ عدا اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے۔“

[ابوداؤد، ابواب الوتر، باب فی الاستغفار، رقم الحدیث: ۱۵۲۱]
حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

”خمس صلوات افترضهن الله تعالى من احسن وضوء هن وصلاهن لوقتهن واتم ركوعهن وخشوعهن كان له على الله عهد ان يغفر له ومن لم يفعل فليس له على الله عهد ان شاء غفر له وان شاء عذبه -“ [ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب فی

المحافظة على وقت الصلوات، رقم الحدیث: ۴۲۵]
”اللہ عزوجل نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا انہیں وقت پر ادا کیا ان کے رکوع اطمینان سے کیے اور خشوع و خضوع کا خیال رکھا تو ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اسے معاف فرمائے گا اور جو شخص ایسے نہ کرے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں اگر وہ چاہے تو معاف کر دے اور اگر چاہے تو عذاب دے۔“

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

من صلی سجدتين لا يسهو فيهما غفر الله له ما تقدم من ذنبه - [مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، الفصل الثالث، انظر هداية الرواة، رقم: ۵۴۹۔

مسند احمد: ۱۹۴/۵ اسنادہ صحیح]

”جس شخص نے دو رکعت نماز (غافل ہو کر نہیں بلکہ اس درجہ

یکم تا ۷ فروری ۲۰۰۸ء..... (۱۵۶)..... ۲۲ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

حضور قلب کے ساتھ) پڑھیں کہ ان میں سہونہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ گناہوں کو بخش دے گا (یعنی صغیرہ گناہ۔)“

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

”خرج زمن الشتاء والورق يتهافت فاخذ بغضبين من شجرة قال فجعل ذلك الورد بهافت قال فقال يا ابا ذر قلت ليبيك يا رسول الله قال ان العبد المسلم ليصلي الصلاة يريد بها وجه الله فتهافت عليه ذنوبه كما يتهافت هذا الورق عن هذه الشجرة - [مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، الفصل

الثالث۔ مسند احمد: ۱۷۹/۵]

”(ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جاڑے کے موسم میں جب کہ پت جھڑکا وقت تھا باہر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کی دو شاخیں پکڑیں راوی کہتے ہیں کہ جس طرح حسب معمول پت جھڑنے کے موسم میں کسی شاخ کو ہلانے سے پتے بہت زیادہ گرنے لگتے ہیں اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاخیں پکڑیں تو ان سے پتے جھڑنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوذر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں، آپ نے فرمایا: جب بندہ مومن خالصتاً رضائے الہی کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ بھی ایسے ہی جھڑتے ہیں جس طرح اس درخت سے یہ پتے جھڑ رہے ہیں۔“

امام منذری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کی سند حسن ہے۔

[انظر هداية الرواة، رقم: ۵۴۸]

خالصتاً اللہ کے لیے نماز پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کسی کو دکھانے یا کسی دوسری غرض و مقصد کے لیے نہ پڑھی جائے بلکہ محض اپنے پروردگار کی خوشنودی اور فرماں برداری اور اس کی رضا کی طلب کے لیے پڑھی جائے۔

قرب الہی کا ذریعہ:

عبادت کا مفہوم تو بہت زیادہ وسیع ہے۔ جیسا کہ اللہ رب

العرز سے مانگنا بھی عبادت ہے۔ تاہم نماز ایک ایسی عبادت ہے جس میں بندہ اپنے مالک کے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے۔ پھر ارکان نماز میں سے سجدہ ایک ایسا رکن ہے کہ نمازی حالت سجدہ میں اپنے رب کے حضور انتہائی عاجزی و انکساری کا مظاہرہ کرتا اور اپنے رب سے قریب تر ہوتا ہے۔ اس لیے تو بعض علماء نے سجدہ کو قیام سے افضل بتلایا ہے۔ [نودی]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اقرّب ما یکون العبد من ربہ وهو ساجد فاکثروا الدعاء۔“ [مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یقال فی الركوع والسجود، رقم الحدیث: ۱۰۸۳]

’بندہ سجدہ میں اپنے پروردگار سے بہت نزدیک ہوتا ہے اس لیے سجدہ میں بہت زیادہ دعا کیا کرو۔‘

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”الا وانی نہیت ان اقرأ القرآن راکعاً او ساجداً، واما الركوع فعظموا فیہ الرب عزوجل، واما السجود فاجتهدوا فی الدعاء، فقمن ان يستجاب لکم۔“ [مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب النهی عن قراءة القرآن فی الركوع والسجود، رقم الحدیث: ۱۰۷۴]

”تم کو معلوم ہے کہ مجھے رکوع اور سجدہ میں قرآن پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ رکوع میں تو اپنے رب کی بڑائی بیان کرو (یعنی سبحان ربی العظیم کہو) اور سجدہ کے اندر دعا میں کوشش کرو تو تمہاری دعا قبول ہو۔“

نبی کریم ﷺ سجدہ میں ایک دعا پڑھا کرتے تھے جو الفاظاً تو مختصر ہے تاہم معنایاً انتہائی جامع ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سجدہ میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

”اللہم اغفر لی ذنبی کلہ دفعہ وجلہ واولہ وآخرہ وعلائیۃ وسرہ۔“ [مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یقال فی الركوع والسجود، رقم الحدیث: ۱۰۸۴]

”اے اللہ میرے سب گناہوں کو بخش دے وہ چھوٹے ہوں یا بڑے، اول ہوں یا آخر، چھپے ہوں یا کھلے۔“

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیء احب الی مما افترضت علیہ وما بزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یمس بہا ورجلہ الذی یمشی بہا وان سألنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعینہ وما ترددت عن شیء انا فاعلہ ترڈدی عن نفس المومن یکرہ الموت وانا اکرہ مسأۃتہ۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، رقم الحدیث: ۶۵۰۲]

”جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے، اور میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے اور کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے (یعنی فرائض مجھ کو بہت پسند ہیں) اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اگر وہ کسی دشمن یا شیطان سے میری پناہ کا طالب ہوتا ہے تو میں اسے محفوظ رکھتا ہوں اور جو کام کرنا چاہتا ہوں اس سے مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے اپنے مؤمن بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے۔ وہ تو موت کو بوجہ تکلیف جسمانی کے پسند نہیں کرتا اور مجھ کو بھی

اسے تکلیف دینا برا لگتا ہے۔“

فائدہ:

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بندہ عین خدا بن جاتا ہے۔ جیسے معاذ اللہ اتحادیہ اور حلوئیہ کہتے ہیں بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ میری عبادت میں غرق ہو جاتا ہے اور مرتبہ محبوبیت پر پہنچتا ہے تو اس کے حواس ظاہری و باطنی سب شریعت کے تابع ہو جاتے ہیں۔ وہ ہاتھ، پاؤں، کان، آنکھ سے صرف وہی کام لیتا ہے جس میں میری مرضی ہے۔ خلاف شریعت اس سے کوئی کام سرزد نہیں ہوتا۔ گوکہ درج بالا حدیث سے کئی مسائل اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ تاہم یہاں وجہ استدلال کے تحت حدیث ہذا سے جو بات مستفاد ہوتی ہے وہ یہ کہ نماز ایک ایسی عظیم عبادت ہے جس میں انسان اپنے پروردگار کے قریب ہوتا ہے۔ حالت نماز میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ بندہ اپنے مالک سے ملاقات کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصلیٰ کے لیے کچھ آداب بیان فرمائے ہیں جو خشوع و خضوع میں اضافہ اور قرب الہی کے حصول کے لیے مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز پڑھانے کے بعد فرمایا:

”یا فلان الا تحسن صلوتک الا ينظر المصلی اذا صلی کیف یصلی فانما یصلی لنفسه انی واللہ لا بصر من ورائی کما ابصر من بین یدئ - [مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب الامر بتحسین الصلوٰۃ واتمامها والخشوع فیہا، رقم الحدیث: ۹۵۷]

”اے فلاں تم اپنی نماز اچھی طرح ادا کیوں نہیں کرتے کیا نمازی کو یہ دکھائی نہیں دیتا کہ وہ کس طرح نماز پڑھ رہا ہے۔ حالاں کہ نمازی اپنے فائدوں کے لیے نماز پڑھتا ہے۔ اور اللہ کی قسم میں جس طرح آگے دیکھتا ہوں اسی طرح پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔“

انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ایاک والالتفات فی الصلوٰۃ فانہ ہلکۃ فان کان لا

بدفقی التطوع - [بلوغ المرام، رقم: ۱۹۰]

”نماز میں ادھر ادھر دیکھنے سے اجتناب کرو۔ اس لیے کہ یہ تو ہلاکت ہے اگر ایسا کرنا گزیر ہو تو پھر نوافل میں کرلو۔“

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ایک دوسری روایت میں ہے:

”اذا کان احدکم فی الصلوٰۃ فانما ینا جی ربہ -“

”جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب

سے مناجات کر رہا ہوتا ہے۔“ [بلوغ المرام، رقم: ۱۹۱]

حدیث جبریل میں ہے: جب جبریل علیہ السلام نے نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے احسان کے متعلق سوال کیا تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

”ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ

یراک - [مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان

والاسلام والاحسان ووجوب الایمان بانبات قدر اللہ

سبحانہ وتعالیٰ، رقم الحدیث: ۹۳]

”احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح دل لگا کر کرے جیسے تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ اگر اتنا نہ ہو تو یہی سہی کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔“

یقیناً آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ان فرامین میں نماز کو احسن طریقے سے پڑھنے کا درس دیا ہے تاکہ آدمی کی نماز باری تعالیٰ کے درجہ قبولیت کو پہنچے اور اسے قرب نصیب ہو۔

ذریعہ اجر و ثواب:

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کئی حقوق ہیں جن کا پورا کرنا اس پر ضروری ہے۔ جب آدمی اس دنیا سے رخصت ہو جائے تو اس کا جنازہ پڑھنا مسلمانوں پر اس کا حق ہے جو آدمی اس حق کی ادائیگی کی غرض سے اپنے مسلمان بھائی کی نماز جنازہ پڑھتا ہے وہ کس قدر اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے اس کا اندازہ آپ درج ذیل حدیث سے لگا

سکتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

”من اتبع جنازة مسلم ايمانا واحتسابا وكان معه حتى يصلى عليها ويفرغ من دفنها فانه يرجع من الاجر بقراطين كل قبر اط مثل احد ومن صلى عليها ثم رجع قبل ان تدفن فانه يرجع من الاجر بقيراط -“ [بخاری، کتاب الایمان، باب اتباع الجنائز من الایمان، رقم الحديث: ۴۷]

”جو آدمی ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جائے اور نماز اور دفن سے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ رہے تو وہ دو قیراط ثواب لے کر لوٹے گا۔ ہر قیراط اتنا بڑا ہوگا جیسے احد پہاڑ ہے۔ اور جو شخص جنازے پر

نماز پڑھ کر دفن سے پہلے لوٹ جائے تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر لوٹے گا۔“



جناب قیصر الاسلام کا انتقال پر ملال

جناب قیصر الاسلام (سابق رفیق دارالسلام لائبریری منڈی وار برٹن و طالب علم جامعہ محمدیہ لوکو ورکشاپ مغل پورہ، لاہور) ۲۴ جنوری ۲۰۰۸ء کو ایک ٹریفک حادثے میں وفات پا گئے۔ انسا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم بقی چوک لاہور کے قریب موٹر سائیکل پر جا رہے تھے کہ ایک ٹرک نے موصوف کو زخمی کر دیا۔ بعد ازاں وہ زخموں کی تاب نہ لا کر انتقال کر گئے۔ نماز جنازہ ۲۵ جنوری بروز جمعہ پڑھائی گئی۔ قارئین مغفرت کی دعا فرمائیں۔ [حافظ عبدالوحید]

ضرورت عالم تفسیر قرآن

دینی مدرسہ سے فارغ التحصیل، معمر عالم تفسیر علوم القرآن و الحدیث کی ضرورت ہے۔
تفسیر قرآن (مراجعة، تالیف، تعلیم، نشر) کا تجربہ ضروری ہے۔

نقول مستندات علمیہ، تجربہ و بیانات شخصیہ

..... رابطہ ❀

ڈاکٹر منیر احمد قاضی

Post Office Box: 44539, Hawalli, 32060, Kuwait

غیر اسلامی رسوم و رواج اور ان کی تباہ کاریاں

نعیمہ صدیقہ بنت عبدالحمید ابوالبرکات احمد رَحْمَةُ اللهِ

حرفے اول:

اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں لیکن شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اور یہ ہر شعبے میں، ہر موڑ پر، ہر قدم پر، انسان کی خصوصاً مسلمان کی رہنمائی کرتا ہے، لیکن جب اسلام سے ہٹ کر زندگی کو گزارنا شروع کر دیا جائے، تو پھر انسان خصوصاً مسلمان گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں جا گرتا ہے۔

جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهَمَّا

كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ -“ [موطا امام مالک]

”میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے، جب تک انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے، اللہ کی

کتاب، اور میری (ﷺ) سنت۔“

”رسم و رواج“ کے معنی ”قدموں کے نشان، اور کسی معاشرے

کی پہچان“ ہیں۔ [مصباح اللغات]

اس پہچان سے ایک قوم دوسری اقوام سے الگ مرتبہ، اور حیثیت رکھتی ہے، ہر زندہ قوم اپنی ثقافت، اور رسوم و رواج پر فخر کرتی ہے، اسے اپنی ان خصوصیات سے لگاؤ ہوتا ہے، جتنی کوئی قوم پرانی تاریخ کی حامل ہوتی ہے، اسی قدر اس کی ثقافت اور رسوم و رواج مضبوط ہوتے ہیں۔

جو قوم اپنی ثقافت اور رسوم و رواج چھوڑ کر دوسری اقوام کی ثقافت، رسوم اور رواج اپناتی ہے، تو وہ اسی قوم میں جذب ہو جاتی ہے،

اور اس کی اپنی انفرادی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ -“ [ابوداؤد، مسند احمد]

”جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی، پس وہ انہی میں سے ہے۔“

ایک شاعر نے کیا خوب کہا:

جو رکھ سکتے نہیں اپنی تہذیب کو زندہ

وہ آخر خاک میں مل جایا ہی کرتے ہیں

جو سمجھتے ہوں غیروں کی نقالی میں ترقی

خسارہ وہ دین و دنیا میں اٹھایا ہی کرتے ہیں

جب ذہنوں سے اٹھ جاتی ہے خود اعتمادی

پھر دشمن اکثر انہیں بھٹکایا ہی کرتے ہیں

آج مسلمان اپنے ”اسلامی“ رسوم و رواج کو پس پشت ڈال کر

غیروں کے طور طریقوں پر چل نکلے ہیں، اسی لیے تو ذلت ان کا مقدر بن چکی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”اجتنبوا اعداء اللّٰہ فی اعیادہم -“ [البیہقی الکبریٰ]

”اللہ کے دشمنوں کے تہواروں میں ہر قسم کی شرکت سے اجتناب کرو۔“

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”غیر مسلموں کے تہوار منانا تو ایک طرف ان کے تہواروں پر

انہیں مبارک باد دینا بھی ممنوع ہے۔“ [فقہ عمر رضی اللہ عنہ]

غیروں کی رسوم کے بارے میں ایک شاعر بولا:

حسین سانپ کے نقش و نگار خوب سہی
نگاہ زہر پر رکھ، خوشنما بدن پر نہ جا
یعنی غیر مسلموں کے تہوار، ان کے رسوم و رواج خوب صورت
سے خوب صورت، حسین سے حسین تر ہی کیوں نہ ہوں، لیکن ان کے
ظاہری پن کو نہیں اپنانا چاہیے، بلکہ ان کے اندر چھپے ہوئے گمراہی اور
جہالت کے زہریلے پن پر نگاہ رکھنی چاہیے۔

مولانا نعیم صدیقی رقم طراز ہیں:

”نوجوانوں کی جنسی آوارگی، غیرت کے نام پر خواتین کا قتل،
لو میرج، کورٹ میرج، گینگ ریپ کے واقعات، اغوا، قتل،
اور دہشت گردی کا سبب مخلوط تعلیم اور تقلید فرنگ ہے جو شادی
بیابہ کی گھریلو تقریبوں میں دکھائی دیتا ہے، جن کا بہت بڑا
پارٹ ہے، سماجی حالات کے ماحول کے شر میں، زرق برق
لباسوں میں بیش بہا زیوروں میں بنی سنوری عورتوں کا
سوار یوں سے اتر کر مردوں کے سامنے گھر میں آنا جانا، نوعمر
لڑکیوں اور لڑکوں کا ”معصومی“ کی رعایت سے فائدہ اٹھا کر
طرح طرح کی سرگوشیاں اور برزخ (ایک خاص حصہ میں تنہا
ہونا)، غلط لوگوں کا آمنا سامنا ہو جانا، پردہ والیوں کے ساتھ
ساتھ بے پردہ عورتوں اور لڑکیوں کا بھی ٹپک پڑنا، کیمروں
اور آڈیو ویڈیو کی زد میں خاص دلہن اور سمدھیانوں کی بزرگ
اور خود عورتوں کا آنا، ان کی شامیانوں میں عمومی نشست کی
ایک جامع وڈیو فلم کا لیا جانا، یہ سارا کچھ اسی سلسلے کی کڑی ہے
جسے ہم اکسا ہٹوں کا زہر کہتے ہیں۔“

[بحوالہ ”عورت معرض کشش میں“ از مولانا نعیم صدیقی]

شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ مبارک پوری (شارح
مشکوٰۃ المصابیح) فرماتے ہیں:

”ہمارے نزدیک مسلمانوں سے جہیز کی لین دین کی لعنت ہو یا
اس کے علاوہ کوئی اور دوسری غیر شرعی رسم، اس کو دور کرنے کے لیے

بہتر طریقہ یہ ہے کہ علماء اپنے وعظ و تقاریر و خطبات جمعہ و عیدین میں
ان رسوم کی مخالفت کے ساتھ ہر برادری کے سربراہان یعنی با اثر لوگ
اور گاؤں کے سرداران اپنے گھروں اور علاقوں میں سے ان رسموں کو
ختم کریں۔ ان کی دیکھا دیکھی ان شاء اللہ عوام بھی ایسا ہی کریں گے،
اس لیے کہ چھوٹے بڑے لوگوں کے تابع ہوتے ہیں، اور اگر عوام ان
فضول رسموں کو ترک کرنے میں ان کی اتباع نہ کریں تو پھر علماء اور
خواص ان کی ایسی تقاریب میں جہاں غیر شرعی رسمیں برتی جائیں
شریک نہ ہوں، ان رسموں کے انسداد کا ایک اور ممکن طریقہ یہ بھی ہے
کہ علماء و مصلحین کچھ اصلاح پسند نوجوانوں کی ذہنی تربیت کریں اور
ان کے ساتھ عوام پر ہر ممکن دباؤ ڈال کر پیدائش سے لے کر شادی تک
بلکہ مرنے تک کی تقاریب کی غلط رسموں کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔
اور ان رسموں کے انسداد کے لیے کوئی چور دروازہ نہ چھوڑیں۔“ [بحوالہ

ماہنامہ ”محدث“ بنارس، ہند اپریل ۱۹۸۵ء]

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن رکھے، اور حسین
سانپوں (یعنی کفار کی مشابہت) حقیر کینچوں (بدعتی ٹولہ) سے محفوظ
فرمائے، اور دنیاوی و اخروی بھلائیاں عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

عقائد میں غیر اسلامی رسوم:

”عقائد“ عقیدہ کی جمع ہے، اور یہ لفظ ”عقد“ سے نکلا ہے، جس
کے معنی ”گرہ لگانے“ کے ہیں، یعنی مسلمان توحید باری تعالیٰ کی گرہ لگا
کر مذہب اسلام پر گامزن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پندرہ سو سال پہلے ہمیں امام الموحدين علیہ السلام کا نمونہ
بتادیا:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ
مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءُوكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ
مِنْ دُونِ اللَّهِ كُفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ
الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ﴾

”یقیناً تمہارے لیے ابراہیم (علیہ السلام) اور اس کے ساتھیوں میں
بہترین نمونہ ہے، جب انہوں نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا

کہ ہم بری ہیں تم سے، اور اس سے جس کی اللہ کے علاوہ تم عبادت کرتے ہو۔ (ہمارا تمہارا کوئی تعلق نہیں) ہم تمہارا انکار کرتے ہیں، اور ہمارے تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی، اور کھلم کھلا بغض ظاہر ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ تم اکیلے

اللہ پر ایمان لاؤ۔“ [الممتحنہ: ۴/۶۰]

لیکن افسوس! آج مسلمان اپنے بہترین نمونے کو فراموش کر چکے ہیں اور شرک کی دلدل میں اندھا دھند بھاگے جا رہے ہیں۔ کہیں ستاروں کی پرستش ہے، کہیں قطب کی تعظیم ہے، کہیں استعارہ کے نام پر کہانت ہو رہی ہے، کہیں عراف اور نجومی لوگ ہیں۔ اللہ محفوظ فرمائے، آمین۔

سرادھ اور ختم:

”تختہ الہند“ میں لکھا ہے کہ ہندوؤں کے ہاں میت کو کھانے کا ثواب پہنچانے کا نام ”سرادھ“ ہے، اور جب سرادھ کا کھانا تیار ہو جائے تو پہلے اس پر پنڈت کو بلا کر کچھ ”بید“ پڑھواتے ہیں، اور مردوں کو ثواب پہنچانے کے لیے ان کے ہاں خاص دن مقرر ہیں۔ خصوصاً جس دن فوت ہوا ہو، ہر سال اسی دن ختم دلانا۔ یعنی برسی یا مرنے کے بعد تیرہواں دن، بعض کے لیے پندرہواں دن، اور بعض کے لیے تیسواں دن یا اکتیسواں دن ثواب پہنچانے کے لیے مقرر ہے۔ اسی طرح مسلمانوں نے بھی تیجا، ساتواں، چالیسواں اور برسی مقرر کر لیے، اور کھانا تیار کروا کر اس پر ”ختم“ پڑھوانا شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں ایک سچا واقعہ حاضر خدمت ہے۔ ایک بہن رقم طراز ہے:

”آج سے قریباً دس برس پہلے کی بات ہے کہ میرے شوہر کو جان لیوا بیماری نے آلیا، معمولی ملازمت کرتے تھے، جب انکشاف ہوا تو اس وقت وہ ریلوے میں نوکری پر جا رہے تھے، میں نے زیور بیچ دیا پھر قرض کی نوبت آئی۔ قرض اٹھایا علاج کرواتی رہی۔ اپنی ہمت اور بساط سے بڑھ کر بھاگ دوڑ کی حتیٰ کہ چھوٹا سا گھر تھا اسے بیچنے کا سوچنے لگی۔ لیکن شوہر نے منع کر دیا۔ میرے شوہر کہنے لگے کہ میرے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے، معصوم بچوں کے سر سے چھت مت

اٹھاؤ۔ سر چھپا کر رہنے دو، اسی کس مپرسی میں ایک رات میرے شوہر نے جان کی بازی ہار دی۔

کبھی رشتے دار اکٹھے ہوئے میرا غم بانٹتے آئے تھے، مجھ کو دلا سہ دینے آئے تھے، بڑے اعلیٰ کپڑے پہن کر میرے آس پاس بیٹھے تھے اور اپنی باتوں میں لگن تھے۔ دنیا جہاں کے ہنسی مذاق میں لگن، شادیوں کی مبارک بادیں، میری دنیا اجر چکی تھی، میں زندگی کے سفر میں اپنے چھوٹے چھوٹے چار بچوں کے ساتھ غم کے اندھیرے جنگل میں بھٹکی خود غرضیوں کے یہ متماشے دیکھ رہی تھی کہ اس عالم میں لوگ آئے اور میرے شوہر کو قبرستان لے گئے۔ میرے یتیم بچوں نے رورو کر آسمان سر پر اٹھالیا۔ ادھر مہمانوں نے مرغ پلاؤ اڑانا شروع کر دیا۔

کھاپی کر تذکرہ شروع ہوا، اور سب کی یہی خواہش تھی کہ قل کا ختم دلا کر ہی سب واپس جائیں گے۔ اب میں سوچ رہی تھی کہ میری جیب میں تو ایک روپیہ بھی نہیں، یہ قل کہاں سے دلاؤں؟ اگر نہیں کرتی تو خاندان برادری کے طعنے سنوں گی کہ لوجی خاوند کی کمائی کھاتی رہی اور مر گیا تو بے چارے کا ختم بھی نہ دلا سکی۔ میں دیکھنے لگی گھر میں ایسی کوئی چیز نظر نہ آئی جسے بیچ کر قل کے قصبے سے جان چھڑاتی۔ آخر میری نگاہ اپنی بیٹی کے کانوں پر پڑی اس کے کانوں میں سونے کی چھوٹی چھوٹی بالیاں تھیں جو اس کے باپ نے اسے پچھلی عید پر خرید کر دی تھیں، یہی ہمارے گھر کا آخری اثاثہ تھا۔ میں نے سوچا یہ بالیاں بیچ کر چند دن تو گھر کا خرچہ چلا سکتی ہوں، لیکن پہلے تو قل ضروری ہیں۔ خاندان برادری والوں کو رخصت کرنا ہے۔ میں نے وہ بالیاں اپنی بچی کے کانوں سے اتاریں تو اس کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو بھر آئے۔

”امی جان یہ بالیاں میرے ابو کی نشانی ہیں۔“ میں اس کے اس دھیمے احتجاج کا کوئی جواب نہ دے سکی۔ چپ چاپ وہ بالیاں اپنی پڑوں کو بڑی رازداری سے دے کر میں نے ختم قل کے لیے چنے اور پھل منگوائے اور لوگوں کو رخصت کیا۔

ان کے جانے کے بعد گھر کو دیکھا۔ ایک ویرانی تھی گھر میں،

جھولے لعل قلندر:

ہماری بسوں، ویگنوں اور گاڑیوں کے پیچھے ”جھولے لعل قلندر“ کے الفاظ لکھے ہوتے ہیں کہ گاڑیوں کو حادثات سے بچانے والا بزرگ شہباز قلندر ہے۔

یہ رسم و عقیدہ مسلمانوں نے ہندو ازم سے لیا ہے۔ ہندوؤں کے ہاں سوم دیوتا کی پوجا ہوتی ہے۔ اسی نسبت سے سومات کا مندر ہے، جس پر سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے حملہ کر کے اڑھائی من سونے سے ڈھالے ہوئے ہندوؤں کے ایک بڑے بت کو پاش پاش کر دیا تھا۔ ہندوستان میں ایک پودا ہے جس کا رنگ بہت سرخ ہوتا ہے اسی سے لعل دیوتا مراد لی جاتی ہے یہ دیوتا (بقول ہندو مذہب) گود ہری کر دیتا ہے اور بچہ دیتا ہے، جسے جھولے جھولاتا ہے۔ مسلمانوں نے اسی نسبت سے جھولے لعل قلندر، شہباز قلندر بزرگ کو اس قابل سمجھا ہے کہ ہمارا بھی شہباز قلندر جھولے لعل ہے۔ جو بے اولادوں کی گودیں ہری کر دیتا ہے۔ صوبہ سندھ میں لعل شہباز قلندر کا بہت بڑا دربار ہے۔ دوسرا دربار ڈیر لعل کا ہے، اس کے سالانہ عرس پر اسی ۸۰ فیصد ہندو اور بیس فیصد مسلمان جمع ہوتے ہیں۔ یہاں سے دونوں یعنی ہندو اور (مشرک) مسلمان گود ہری کرنے کی امیدیں رکھتے ہیں۔ اللہ محفوظ فرمائے، آمین۔

جج اور بہشتی دروازہ:

”تختہ الہند“ میں لکھا ہے کہ ”کھتیر، گنگا، جمنا، کانگڑا، متھرا، دوارکا، جگن ناتھ اور دیگر بے شمار جگہیں ہیں جہاں غیر اللہ کی پرستش ہوتی ہے۔ یہ حال تو ہندوؤں کا ہے۔

لیکن مسلمانوں کا بھی یہی حال ہو چکا ہے کہ ہر سال بیت اللہ جانے کے بجائے اجیر اور سہون شریف حج کرنے کے لیے جاتے ہیں۔ اور پھر پاک پتن میں فرید الدین شکر گنج کی قبر پر بہشتی دروازہ بنا دیا گیا ہے کہ جو اس سے گزر جائے جنتی ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ شیر گڑھ، کلیتر شریف، داتا گنج بخش، امام بری، مادھوال حسین..... ان سب کی طرف ہر سال سفر ہوتا ہے اور لوگ اعلانات کروا کر گاڑیاں بھر

ایک دن کا کھانا بھی موجود نہ تھا، میں نے سوچا کہ ”کیا یہ ہمارا دین ہے، جس کے ماننے والے یتیم بچوں کا آخری اثاثہ بھی محض رسموں کو نبھانے کے لیے کھا جائیں۔ یہ دین جس کو لانے والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اتر اہوا قرآن دہائی دیتا ہے کہ یتیم کو کھانا کھلاؤ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”موت والا گھر مصیبت زدہ ہے۔ ان کے لیے کھانا پکا کر بھیجو۔“ لیکن ہم نے اس دین کو دوسروں کے لیے مصیبت بنا ڈالا ہے۔ نہیں یہ دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرگز نہیں ہو سکتا، ہرگز نہیں۔

کسی نے میرے شوہر کا قرض نہیں اتارا، میری پریشانی نہیں پوچھی اور میرے بھوکے بچوں کا حق بھی کھا گئے۔ ہم اپنے دین سے بہت دور جا چکے ہیں، ہمارا دین تو خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلانے کی ترغیب دیتا ہے لیکن یہاں قرض اٹھا کر قتل، ساتے، چالیسویں اور ایسی ہی فتنج رسموں اور بدعتوں کو نبھایا جا رہا ہے، جن کا دین سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ میں نے اس دن سے ایسی تمام من گھڑت رسموں سے توبہ کر لی اور اپنے عقیدہ کو خالص توحید و سنت کی بنیاد پر استوار کر لیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔“

آپ نے ایک بہن کی سچی کہانی پڑھ لی اور رسموں کی فتنہ انگیزی اور مہلک انگیزی بھی ملاحظہ فرمائی۔

جوتا شریف:

ہندوؤں کی گاڑیوں پر نظر پڑے تو وہاں ایک عدد جوتا لٹکا ہوا نظر آئے گا اور یہ ان کے خیال کے مطابق انہیں ایک سیڈنٹ، یا کسی بھی مشکل و مصیبت سے بچائے گا۔

افسوس اسی طرح مسلمانوں کی گاڑیوں پر نظر پڑے تو وہاں بھی ایک عدد جوتا لٹکا نظر آئے گا جو ”نقشہ نعلین شریفین“ بنا نظر آئے گا۔ حالاں کہ یہ نقشہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین کا ہرگز نہیں ہے اور یہ مشکل کشا بھی ہرگز نہیں ہے۔ ہاں ایک رسم بد ہے جو ہندوؤں سے مسلمانوں کے ہاں منتقل ہو چکی ہے۔ حالاں اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ کسی چیز کی حفاظت کے لیے آیت الکرسی پڑھی جائے، اور ایک اللہ مشکل کشا پر توکل کر لیا جائے، تو اللہ کافی ہو جاتا ہے۔

بھر کر لے جاتے ہیں۔ آہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں کیا فرق رہ گیا؟

ماہِ محرم اور مسلمان:

”محرم“ حرمت والا اور پہلا اسلامی مہینہ ہے۔ لیکن اس میں بھی مسلمان قوم گمراہ ہوگئی، اور شرک و بدعت کی رسوم کو لے بیٹھی۔ آئیے ہلکا سا جائزہ لیں:

①..... شیعہ ان دنوں سیاہ ماتمی لباس پہنتے ہیں..... تو ہم نے ان کے مقابل اپنے بچوں کو سبز کپڑے پہنا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا منگنا بنانے کی رسم کو ایجاد کر لیا۔

②..... انہوں نے تعزیے بنا کر چوکوں میں، اپنے گھروں کے سامنے اور امام بارگاہوں میں رکھے..... تو ہم نے اسی طرح مساجد کے سامنے، سڑکوں، چوکوں اور چورستوں میں پانی اور دودھ کی سبیلیں لگا لیں۔

③..... انہوں نے مبالغہ آمیز انداز میں رسول اللہ ﷺ کے گھرانے اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے صبر و ضبط کا مذاق اڑا کے انہیں کم ہمت اور مصائب پر صبر کرنے کی بجائے ماتم کرنے والا دکھایا..... تو ہم نے بھی واقعہ کربلا کو واعظین کی مجالس سجا کر اس انداز سے بیان کیا کہ صبر و ہمت کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔

④..... انہوں نے چار پائیوں کو الٹا کر کے سوگ منانے کے لیے ننگے پاؤں پھرنا شروع کر دیا..... تو ہم نے اس مہینہ میں شادی بیاہ اور خوشی کے تمام کاموں پر مستقل پابندی لگا کر سوگ منایا۔

⑤..... جب دس محرم کا دن آیا تو شیعہ حضرات تعزیہ اور جلوس لے کر ماتم اور سیدہ کو بی کے لیے گھروں سے باہر نکلے..... تو ہم بھی اپنی بہو بیٹیوں کو لے کر قبرستان قبروں کی لپٹا پوچی کے لیے چل دیے۔

اس کے علاوہ ٹھوٹھیاں بھرنا، کھیر کے پیالے باٹنا، نیاز حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر حلیم پکانا، جب شیعہ حضرات نے گھوڑا نکالا تو ہم نے مشہور کر دیا کہ اس کے نیچے سے اگر بچوں کو گزارا جائے تو وہ بیماریوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ [بحوالہ اسلامی مہینے اور مروجہ بدعات]

ماہِ صفر اور منحوسیت:

”صفر“ اسلامی مہینوں کی لڑی کا دوسرا موتی ہے۔ لیکن مسلمانوں نے اسے منحوس قرار دے دیا۔ اور اس مہینے میں شادی وغیرہ نہیں کرتے، سفر نہیں کرتے، بعض لوگ اس کی نحوست کو ختم کرنے کے لیے چنوں کو ابال کر تقسیم کرتے ہیں۔ اور اس مہینے کے آخری ہفتے کو سیر و سیاحت کرتے ہیں کہ اس ہفتے میں آپ ﷺ کو بیماری سے شفا ملی تھی۔ ان کے علاوہ مخصوص اذکار و تسبیحات بھی کی جاتی ہیں۔

حالاں کہ آپ ﷺ تو اسی بیماری میں اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ نیز یہ منحوسیت والی رسم ہندوؤں، عیسائیوں اور یہودیوں سے آئی ہے۔ وہ اس طرح کہ مغربی قوم ۱۳ کے عدد کو منحوس سمجھتی ہے، اور مسلمان بھی صفر کے ابتدائی دنوں کو خصوصاً ۱۳ تاریخوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔ اسی طرح عرب لوگ جو کہ جاہل اور بے دین تھے، ان چار مہینوں رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم میں جنگ نہیں کرتے تھے، اور جیسے ہی یہ حرمت والے مہینے گزر جاتے اور صفر کا مہینہ آ جاتا تو لڑائی بھڑائی کے لیے پھر گھروں سے سفر کو روانہ ہو جاتے، اور گھروں کو خالی چھوڑ جاتے۔ اسی مناسبت سے اس ماہ کو صفر کہا جانے لگا، جس کے معنی ہیں ”خالی ہونا“ اس لیے عرب لوگ اسلام سے پہلے صفر کے مہینے کو منحوس سمجھتے تھے، اور آج کے کلمہ گو مسلمان بھی اس مہینے کو منحوس سمجھتے ہیں، فرق کیا رہ گیا؟

ماہِ ربیع الاول اور تیسری عید:

یہ مہینہ اسلامی لڑی کا تیسرا موتی ہے، ربیع الاول کا مہینہ بابرکت قرار دیا گیا۔ ۱۲ ربیع الاول کو یوں منایا جاتا ہے کہ یکم ربیع الاول سے ہی آوارہ ٹائپ صوفی قسم نوجوان الٹی ٹوپیاں اور برتن اٹھائے راستوں میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور آنے جانے والوں سے رسول اللہ ﷺ کے میلاد کے لیے ایک ایک، دو دو روپے مانگتے ہیں۔ پھر ۱۲ ربیع الاول کو اس جمع شدہ رقم کا ختم دلایا جاتا ہے۔ جلوس نکالے جاتے ہیں، اہالیانِ جلوس پر لوگ پھول اور پھل نچھاور کرتے ہیں،

سبلیں لگتی ہیں، جانوروں کی سہرا بندی کی جاتی ہے۔ پھر رات کے وقت سماع کی محفلیں اور ناچ گانے شروع ہو جاتے ہیں اور پھر روضہ رسول ﷺ کے ماڈل، کھلونے اور پہاڑیوں کی نمائش لگتی ہے، جسے مرد وزن مخلوط دیکھتے ہیں۔ اگر کوئی اس میں حصہ نہ لے وہ گستاخ رسولؐ جانا جاتا ہے۔

سمجھنے کا مقام ہے کہ کیا بے عزت اور حقیر کرنے کے لیے پیارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی ذات ہی رہ گئی ہے..... ہم اپنے اوپر، اپنی آل اولاد پر، اپنے عزیز و احباب پر تو لاکھوں، کروڑوں، اربوں روپے اپنی جیبوں سے لگا لیں..... لیکن جب باری آئے امام الانبیاء، خاتم المرسل، سید المرسلین ﷺ کی تو لوگوں سے ایک ایک، دودو روپے اکٹھے کر کے عید میلاد النبی ﷺ منائی جائے۔ اور پھر وہ کام کیے جائیں کہ اگر پیارے پیغمبر ﷺ زندہ ہوتے تو ان سب سے پناہ مانگتے..... یہ کہاں کی عقل مندی، اور دین داری ہے؟

عید میلاد النبی ﷺ جسے سوم عید کہا جاتا ہے اس کا آغاز ملک المعظم مظفر الدین کوکبوری نے کیا۔ یہ شخص ۵۸۶ھ میں شہر اربل کا گورنر مقرر ہوا اور ۶۰۴ھ میں اس نے محفل میلاد کا آغاز کیا۔

تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ شاہ اربل ”مجلس مولود“ کو ہر سال نہایت شان و شوکت سے مناتا تھا۔ جب اربل شہر کے ارد گرد والوں کو خبر ہوئی کہ شاہ اربل نے ایک مجلس قائم کی ہے جس کو وہ بڑی عقیدت اور شان و شوکت سے انجام دیتا ہے تو بغداد، موصل، جزیرہ سجاوند اور دیگر بلادِ عجم سے گویے، شاعر اور واعظ بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے ناچ گانے کے آلات لے کر محرم ہی سے شہر اربل میں آنا شروع ہو جاتے، قلعہ کے نزدیک ہی ایک ناچ گھر تیار کیا گیا تھا جس میں کثرت سے قہرے اور خیمے تھے۔ شاہ اربل ان خیموں میں آتا، گانا سنتا اور کبھی کبھی مست ہو کر ان گویوں کے ساتھ خود بھی رقص کرتا تھا۔

[بحوالہ تاریخ ابن خلکان]

ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ اس بد بخت اور گویے کی رسم کو تو آج کلمہ گو مسلمان بڑی عقیدت اور شان و شوکت سے مناتے ہیں لیکن ان عظیم ہستیوں کی زندگیوں کو پس پشت ڈال رکھا ہے کہ جن کے بارے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾

اگر غور کیا جائے کہ جن کے نام کا دن ہم مناتے ہیں ان کی اپنی زندگی میں ۲۳ مرتبہ یہ دن آیا ہے لیکن انہوں نے کبھی بھی نہ منایا بلکہ تذکرہ بھی کبھی نہ کیا۔ اور پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی زندگی میں ۲ مرتبہ یہ دن آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۱۰ مرتبہ یہ دن آیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ۱۱ مرتبہ یہ دن آیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یہ دن ۵ مرتبہ آیا، لیکن کسی نے بھی یہ دن نہیں منایا۔ آج ہم ایک بے ہودہ گویے کے نقش قدم پر چل نکلے اسی لیے تو ذلیل و رسوا ہو گئے۔

مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”شریعت کو کسی بڑے سے بڑے انسان کی موت و حیات سے اس طرح کی کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ عبادت اور ثواب سمجھ کر اس طرح سالگرہ منائی جائے اور عید میلاد منعقد کی جائے یا نوحہ و ماتم کر کے اظہار غم کیا جائے۔ آخر اتنے انبیاء و اصفیاء عالم شہود میں آئے اور بے شمار نہایت بے دردی سے شہید کر دیے گئے۔ اب اگر ہم ایک ایک کی عید میلاد منائیں یا ایک ایک کا ماتم کریں تو دن میں کئی بار تو میلاد محفلیں سجانا پڑیں اور کئی بار غم و اندوہ کا اہتمام کرنا پڑے۔“

[بحوالہ الاعتصام ۶ جنوری ۱۹۵۰ء]

ماہِ ربیع الثانی اور مسلمان:

اس مہینے میں شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام پر شریک اور بے حیائی کے اشعار گائے جاتے ہیں، اور گیارہویں تاریخ کو کمبریاں اور مرغے ذبح کیے جاتے ہیں، گھروں میں جھنڈیاں لہرائی جاتی ہیں، جن پر شریک کلمات مثلاً شیخ جیلانی سے مدد مانگنے کے لیے کچھ کلمات لکھے رہتے ہیں، ان باتوں کو یہ لوگ ”گیارہویں شریف“ کہتے ہیں، حالاں کہ استعانت کا تعلق ان اعمال سے ہے جو اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہیں۔ [بحوالہ بدعات اور ان کا شرعی پوسٹ مارٹم]

ماہِ رجب اور کوٹھڑے:

۲۲ رجب کو ہر عام و خاص ایک رسم بد مناتے ہیں جسے ”رجب

کے کوٹھے“ کہا جاتا ہے۔ اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ رجب کی ۲۲ تاریخ کو میدہ، دودھ، شکر اور مختلف میوہ جات کے خاص تناسب سے مخصوص مقدار میں پوریاں بنائی جاتی ہیں۔ حلوہ تیار کیا جاتا ہے پھر اس پر ایک منظوم کتاب پڑھی جاتی ہے۔ اس کے بعد امام جعفر صادق ؑ کی فاتحہ کرواتے ہیں۔ پھر عزیز واقارب اور دوست و احباب کو ایک ایک دود پوریاں کھلا دیتے ہیں۔ اس منظوم کتاب کو ایک شیعہ افسانہ نگار نے لکھا تھا اور اس کوٹھوں کی رسم بد کا تعلق بھی شیعہ برادری سے ہے۔

کوٹھوں کی بنیاد ایک داستان عجیب پر ہے جو سراسر جھوٹ پر مبنی ہے۔ نیز کوٹھوں کی ابتداء ۱۹۰۶ء میں ریاست رام پور، یوپی سے ہوئی۔ ایک مشہور شاعر امیر مینائی گزرا ہے، اس کے بیٹے خورشید احمد مینائی نے داستان عجیب کے نام سے کوٹھوں کے بارے میں کتاب چھپوا کر ۱۹۰۶ء میں تقسیم کی۔ رام پور سے نکل کر یہ رسم بد لکھنؤ پہنچی پھر ۱۹۱۱ء میں لکھنؤ کے قریبی علاقوں اودھ، روہیل کھنڈ اور دوسرے علاقوں میں یہ رسم پھیل گئی۔

اس رسم بد کا سبب نہایت خوفناک اور ہولناک ہے۔ شیعہ حضرات جو کہ دشمنانِ صحابہ ؓ ہیں، انھوں نے ۲۲ رجب کو امیر معاویہ ؓ کی وفات پر خوشی کا اظہار کرنے کے لیے اس رسم بد کو شروع کیا۔ شروع شروع میں کوٹھوں کی یہ رسم خفیہ طور پر منائی جاتی تھی۔ پھر انہوں نے اس رسم میں دوسروں کو شریک کرنے کے لیے نہایت ہوشیاری اور چابک دستی سے اس داستان عجیب کی من گھڑت کرامت کو سنی عوام کے سامنے پیش کیا۔ چنانچہ اکثر مسلمان بے چارے لاشعوری طور پر ہی حضرت امیر معاویہ ؓ کی وفات کے جشن میں شریک ہو گئے۔ مزید یہ کہ اپنی فریب کاریوں کی پردہ پوشی کے لیے اسے امام جعفر صادق ؑ کی جانب منسوب کر دیا۔ حالاں کہ امام جعفر صادق ؑ ۷۱ رجب الاول ۸۳ء کو پیدا ہوئے اور ۱۵ شوال ۱۲۸ء میں ۵۶ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ [بحوالہ چودہ ستارے، نجم الحسن کراچی]

امام محمد الدین فیروز آبادی لغوی فرماتے ہیں:

یکم تا ۷ فروری ۲۰۰۸ء..... (۱۶۶)..... ۲۲ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

”ماہ رجب و شعبان و رمضان کی ہر رات میں اور شبِ معراج (جو کہ ستائیس رجب کو منائی جاتی ہے) میں کسی مخصوص نماز کی کوئی بات سرے سے ثابت ہی نہیں ہے۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ نے ستائیسویں رجب کی رات اور اس جیسی دوسری راتوں کی بابت فرمایا کہ ”اس کے غیر مشروع ہونے پر تمام ائمہ کرام متفق ہیں، معتبر علمائے کرام نے اس بات کو بیان کیا ہے، اس طرح کا کام صرف جاہل بدعتی ہی کر سکتا ہے۔“

[کتاب السنن والمبتدعات، بدعات اور ان کا شرعی پوسٹ مارٹم]

پیر عبدالقادر جیلانی ؒ فرماتے ہیں:

”فَعَلَى الْمُؤْمِنِ اتِّبَاعُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فَالْسُّنَّةُ مَا سَنَّهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْجَمَاعَةُ مَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ۔“ [غنیۃ الطالبین]

”ایک مومن کے لیے سنت اور جماعت کی اتباع لازم ہے، سنت وہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے جاری کیا، اور جماعت وہ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ؓ نے اتفاق کیا۔“

ماہ شعبان اور شبِ برات:

جوں ہی پندرہ شعبان کی رات آتی ہے، لوگوں کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں، اس کی وجہ ساری رات آتش بازی کا چلنا ہے، اور اسے شبِ برات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس رات لوگ مختلف میٹھی چیزوں کے ساتھ حلوہ بھی جوش و خروش اور عقیدت سے پکاتے، اور تقسیم کرتے ہیں۔ ساری ساری رات عبادت کی جاتی ہیں اور روزہ رکھا جاتا ہے۔

یہ رسم ہندوؤں کا ہے، کیوں کہ ہندوؤں نے بھی ایک رات مذہبی رسوم کے نام سے مخصوص کر رکھی ہے اور ساری ساری رات وہ کچھ ہوتا ہے کہ شیطان بھی شرما جاتا ہے۔ اور آتش بازی کی ابتداء آتش پرستوں نے کی جو کچھ یوں ہے:

۱۳۲ھ میں جب بنو عباس نے بنو امیہ سے اقتدار چھیننے کے

لیے سازشوں کے جال بچھائے تو انھوں نے دیکھا کہ بنو امیہ کو شکست دینا آسان کام نہیں۔ اس لیے کہ عرب کے جنگجو لوگ اموی حکومت کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایرانیوں اور عجمیوں سے تعاون لینے کا سوچا۔ ایرانی آتش پرست تھے مگر فاروقی اور عثمانی حکومت کی فتوحات نے مجوسی آتش کدوں کو سرد کر دیا تھا اور آتش پرست ایرانی مسلمانیت کا لبادہ اوڑھ کر اسلام میں داخل ہو گئے۔

ایرانیوں کا ایک مشہور خاندان ”خاندان براکھ“ تھا۔ ”برکھ“ کہتے ہیں آتش کدے کی آگ روشن کرنے اور اس کی نگرانی کرنے والے کو۔ یہ مجوسیوں کے ہاں سب سے بڑا مذہبی عہدہ تھا۔ جب مسلمانوں کی آمد سے برکھ عہدے بھی ختم ہو گئے تو برکی خاندان کے لوگوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا مگر اندرون خانہ آگ سے محبت برقرار رکھی۔ جب بنو عباس نے بنو امیہ سے اقتدار چھینا تو ایسے ہی نو مسلم عجمیوں سے تعاون لیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایرانی امور سلطنت میں شامل ہو گئے۔ بلکہ برکی خاندان نے تو حکومت اسلامیہ میں بڑے بڑے عہدے حاصل کر لیے اور خالد برکی تو وزارت کے عہدے پہنچا۔

۱۶۳ھ میں خالد کا انتقال ہوا تو خلیفہ ہارون الرشید نے اس کے بیٹے یحییٰ برکی کو وزارت کا قلم دان سونپ دیا۔ برکی چوں کہ سابقہ آگ پرست تھے۔ اس لیے یحییٰ برکی نے خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں مقدس آگ کو روشن کرنے کا ایک عجیب طریقہ ایجاد کیا اور خصوصاً شعبان کی پندرہویں رات کو نیک اعمال سے منسوب کر کے اس رات کثرت سے چراغاں کیا اور آتش بازی کی گئی۔ آگ روشن کرنے کا مقصد لوگوں کے دلوں میں آگ کا تقدس اور وقار پیدا کرنا تھا۔ مساجد میں چراغاں کی بدعت کو اسی نے ایجاد کیا، تاکہ وہ اس طرح آگ کی پوجا کر سکیں۔ گویا آتش بازی اور چراغاں کی رسم اسلام میں ڈیڑھ سو سال بعد جاری ہوئی پھر وقت کے ساتھ ساتھ اس میں تبدیلیاں آتی رہیں اور چراغاں کی رسم تو ویسی ہی رہی، البتہ آتش بازی کی رسم تبدیل ہو کر جدید صورت اختیار کر گئی جو ساری رات سونے نہیں دیتی اور اب تو یہ شادیوں میں عیدین پر، سالگرہوں میں

غرض ہر موقع پر ادا ہونے لگی ہے۔

یاد رہے کہ شب برات کے حق میں جتنی بھی روایات ہیں وہ ضعیف، موضوع، مرسل۔ اور یہ رسم بد ہے اور اللہ کے ہاں مردود ہے، اس رسم بد سے بے شمار نقصانات اور تباہیاں ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

- ①..... مال اور وقت کا ضیاع
- ②..... حقوق العباد سے روگردانی
- ③..... اللہ و رسول ﷺ کی نافرمانی کا ارتکاب
- ④..... عبادت کرنے کے باوجود اس کا مردود ہو جانا
- ⑤..... آخرت میں خالی ہاتھ رہ جانا۔ [جاری ہے]



مولوی شیر الہی بصیر پوری کا انتقال

مولوی شیر الہی بصیر پوری ۱۶ جنوری ۲۰۰۸ء بروز بدھ وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
مرحوم ایک شریف النفس اور اساتذہ کے فرماں بردار شخص تھے۔ موصوف حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد یوسف صاحب راجووال کے شاگرد اور بڑے وفادار معاون بھی تھے۔ ان کی نماز جنازہ عبید الرحمن محسن صاحب نے پڑھائی۔ قارئین دعائے مغفرت فرمائیں۔
[عنایت اللہ امین، راجووال]

دعائے مغفرت

①..... محمد ایوب صابر وسیٹھ مقبول احمد کے والد گرامی حاجی میاں محمد مستقیم ۲۰ جنوری ۲۰۰۸ء کو کوٹ رادھا کشن میں وفات پا گئے۔
②..... شیخ محمد رمضان کے والد گرامی شیخ ہدایت اللہ ۲۲ جنوری کو وفات پا گئے۔

مرحومین مہمان نواز، صالح طبیعت انسان تھے۔ ان کی نماز جنازہ مولانا عطاء اللہ صاحب نے پڑھائی۔ قارئین دعائے مغفرت فرمائیں۔ [حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاھروی]

صحیحین میں غنائے جاریتین کی روایت

اہل اشراق کے جواب کا جائزہ

ابوالہدیر ارشاد الحق اثری، فیصل آباد

کیا ہشام مخطط ہیں؟

ہشام بن عروہ کے بارے میں ایک نزاع یہ ہے کہ آیا وہ مخطط ہیں یا نہیں۔ ہم نے عرض کیا تھا کہ حافظ ابن القطان نے ان کے اختلاط کا ذکر کیا ہے مگر حافظ ذہبی نے اس کی سخت تردید کی ہے۔ اور حافظ ابن حجر نے یہ کہہ کر کہ لم نر له فی ذلك سلفاً ابن قطان کا اس قول میں کوئی سلف نہیں، اس کی تردید کی ہے۔ مگر اہل اشراق کو اس سے اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجر کے اس قول کا مفہوم یہ ہے۔ آخری عمر میں ہشام کے حافظے میں تغیر واقع ہونے کی نشان دہی سب سے پہلے ابن القطان الفاسی نے کی ہے۔ کیوں کہ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری [ج: ۱، ص: ۱۹۹] میں ابن قطان کی یہ کہہ کر تائید کی ہے کہ ہشام کے ثبت ہونے پر اتفاق ہے۔ البتہ بڑھاپے میں اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا اس لیے تیسری مرتبہ عراق آمد کے موقع پر اس سے سماع کرنے والوں کی روایات بھی حافظہ کی خرابی سے متاثر ہوئیں۔ اور امام ذہبی نے اس بات سے تو اختلاف کیا ہے کہ ہشام کے حافظے میں تغیر اختلاط کے درجے تک پہنچ گیا تھا تاہم نفس تغیر کو انھوں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ میزان، [اشراق ص: ۵۹]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے کلام کے بارے میں راقم نے جو عرض کیا تھا کہ ”لم نر له فی ذلك سلفاً“ کے الفاظ سے انھوں نے امام ابن قطان کے اس دعویٰ کی تردید کی ہے کہ ہشام کو اختلاط ہو گیا تھا۔ اس کے برعکس اہل اشراق نے جو مفہوم متعین کیا ہے وہ محل نظر ہے کیوں کہ اس قسم کا تبصرہ کئی مقام پر حافظ ابن حجر نے کیا ہے اور اس سے ان کی تردید ہی مفہوم ہوتی ہے۔ مثلاً عبدالملک بن مسلم بن سلام الحنفی ابوسلام کی

امام ابن معین وغیرہ سے توثیق نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”قال ابن عبد البر فی الاستیعاب فی ترجمة عمرو بن ميمون الاودي، عبد الملك بن مسلم وعيسى بن حطان ليسا ممن يحتج بحديثهما، كذا قال، ولم أر له سلفاً فی ذكره عن عبد الملك هذا۔“

[تہذیب، ج: ۶، ص: ۴۲۵]

”امام ابن عبدالبر نے استیعاب میں عمرو بن ميمون اودی کے ترجمہ میں کہا ہے کہ عبدالملک بن مسلم اور عیسیٰ بن حطان دونوں ایسے نہیں کہ ان کی حدیث سے استدلال کیا جائے۔ اسی طرح انھوں نے کہا ہے مگر میں نے عبدالملک کے بارے میں سلف سے ایسی بات نہیں دیکھی۔“

غور فرمائیں یہاں سلف کے مقابلے میں ان کی بات کس تناظر میں سمجھی جائے گی؟

اسی طرح مروان بن محمد بن حسان کے ترجمہ میں ائمہ متقدمین سے ان کی توثیق و توصیف نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”وضعفه ابو محمد بن حزم فأخطأ لأن لا نعلم له سلفاً فی تضعيفه الا ابن قانع وقول ابن قانع غير مقنع۔“ [تہذیب، ج: ۱۰، ص: ۹۶]

”انہیں امام ابن حزم نے ضعیف کہہ کر غلطی کی ہے۔ کیوں کہ اس کی تضعیف میں ابن قانع کے علاوہ ان کا کوئی سلف نہیں، اور ابن قانع کا قول قناعت نہیں کرتا۔“

لیجیے یہاں تو صراحت سے ابن حزم کا قول اس لیے غلط قرار دیا

ہے کہ اس میں ان کا کوئی سلف نہیں۔ ابن قانع نے اگرچہ یہی بات کہی ہے مگر وہ اس فن میں اس لائق نہیں کہ اسے معتبر تسلیم کیا جائے۔

اس طرح علامہ ابن عبدالبر نے ایک حدیث کو ضعیف کہا تو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”لم أر لابن عبدالبر فی تضعیفہ سلفاً“ [تہذیب،

ج: ۳، ص: ۳۴۵ ترجمہ زہیر بن عباد]

کہ اس کو ضعیف کہنے میں ان کا کوئی سلف نہیں۔ اور مزید فرمایا کہ ”یہ حدیث جمعہ کی فضیلت میں ہے۔ اسے ابن ماجہ نے ایک اور سند سے روایت کیا ہے اور خود ابن عبدالبر نے فرمایا کہ اس کے متعدد طرق ہیں جن میں بعض، بعض کی تقویت کرتے ہیں۔“

ان مقامات پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ کہ میں نے اس میں ان کا کوئی سلف نہیں دیکھا، یا اس میں ان کا کوئی سلف نہیں، سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس سے ان کا مقصد اس موقف کی تردید ہے۔ محض اطلاع یا اخبار نہیں، جیسا کہ اہل اشراق نے فرمایا ہے۔ رہی یہ بات کہ ہدی الساری میں ہشام کے تغیر حفظ کا ذکر خود حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے اس لیے ان کے اس جملہ سے انکار مراد لینا درست نہیں۔ تو عرض ہے کہ اہل اشراق ذرا سنجیدگی سے غور فرمائیں کہ ہشام بن عروہ کے بارے میں جس نوعیت کے تغیر کا ذکر انھوں نے کیا اور اس پر امام یعقوب بن شبہ کا قول ذکر کیا یہ قول تو حافظ ابن حجر نے تہذیب [ج: ۱۱، ص: ۴۵] میں بھی ذکر کیا ہے۔ اگر تغیر کی یہی بنیاد ہے تو پھر تہذیب ہی میں حافظ ابن القطان کے قول پر ”لم نر لہ فی ذلک سلفاً“ کہنے کا کیا جواز باقی رہتا ہے؟

یہی نہیں بلکہ اسی ہدی الساری میں ہشام کے ترجمہ میں کیا یہ جملہ بھی اہل اشراق کی نظر سے نہیں گزرا کہ ”وقد احتج بهشام جميع الاثمة“ تمام ائمہ حدیث ہشام کی احادیث سے استدلال پر متفق ہیں۔ آخر مغلط کے بارے میں یہ علی الاطلاق اتفاق چہ معنی دارد؟ یہی نہیں اسی ہدی الساری میں ”فصل فی تمییز اسباب الطعن فی

المذکورین“ کے تحت ص: ۴۶۳ ہشام بن عروہ کا ذکر موجود ہے۔ اور وہ یوں کہ ”ذکر بالتدلیس أو الارسال“ کہ ہشام پر کلام تدلیس یا ارسال کی بنا پر کیا گیا ہے۔

غور فرمائیے آخر کیا وجہ ہے کہ ہشام پر اختلاط کا سبب انھوں نے کیوں ذکر نہیں کیا؟ یہ بات بھی اس بات کی مؤید ہے کہ وہ ہشام کو مغلط قرار نہیں دیتے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو اسامہ حماد بن اسامہ عن ہشام عن عروہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے ایک روایت: ۲۵۶۳ کتاب المکاتب، ”باب استعانة المکاتب وسواله الناس“ میں ذکر کی ہے۔ امام شافعی نے اس کے ایک جملہ پر یہ کہہ کر اعتراض کیا ہے کہ ہشام اس میں متفرد ہیں مگر حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

”واثبت الرواية آخرون وقالوا هشام ثقة حافظ والحديث متفق على صحته فلا وجه لردہ۔“

[فتح الباری، ج: ۵، ص: ۱۹۱]

”دوسرے حضرات نے اس کو ثابت و درست قرار دیا ہے اور انھوں نے فرمایا ہے کہ ہشام ثقہ حافظ ہیں اور حدیث کی صحت پر اتفاق ہے اس لیے اسے رد کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔“

اندازہ کیجیے یہ سند بھی یعنہ وہی ہے جو غنائے جارتین کی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ہشام کی تدلیس و ارسال اور اس کے تغیر کا ذکر کر کے امام شافعی کی تائید کر سکتے تھے مگر ایسا ہرگز نہیں کیا۔ بلکہ امام شافعی کے اس اختلافی قول کو دعوائے اتفاق کے منافی نہیں سمجھا۔ مگر حدیث غنائے جارتین کی صحت کے بارے میں متقدمین میں سے کسی ایک کا اختلاف بھی مذکور نہیں۔ البتہ اہل اشراق کو اپنی روشن خیالی اور موقف کی مخالفت میں یہ ضعیف نظر آتی ہے۔ ہشام بھی مورد الزام ٹھہرے ہیں اور حماد بن اسامہ بھی۔ سبحانک هذا بهتان عظیم

ہشام کے تغیر کے حوالے سے یہ بھی اہل اشراق نے فرمایا ہے کہ ”امام ذہبی نے اس بات سے تو اختلاف کیا ہے کہ ہشام کے حافظے میں تغیر اختلاط کے درجے تک پہنچ گیا تھا، تاہم نفس

تغیر کو انھوں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ [بحوالہ میزان، اشراق: ص: ۵۹]
جناب من! وہ نفی تغیر کیا اور کیسا ہے جسے حافظ ذہبی نے تسلیم کیا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں:

”نعم الرجل تغیر قليلا ولم يبق حفظه كهو في
حال الشبيبة فنسى بعض محفوظه أو وهم، فكان
ماذا! أهو معصوم من النسيان“

[میزان، ج: ۴، ص: ۳۰۱]

”ہاں آدمی کو کچھ تغیر لاحق ہو جاتا ہے اور اس کا حفظ مضبوط و سہل نہیں رہتا جیسا عالم شباب میں ہوتا ہے تو وہ بعض یادداشت بھول جاتا ہے یا اس کے بارے میں وہم ہو جاتا ہے۔ پھر کیا ہوا، کیا وہ نسیان سے معصوم ہے۔“

بڑھاپے میں یہ ”تغیر“ جو وہم و نسیان کے درجہ میں ہے۔ اصطلاحی ”تغیر“ وہ یہاں مراد قطعاً نہیں لے رہے۔ بلکہ مزید وضاحت سے فرماتے ہیں کہ ”ومثل هذا يقع لما لك ولشعبة ولو كيع وللكبار الثقات“ یہ صورت امام مالک، امام شعبہ، امام کعب اور بڑے بڑے ثقات کو بھی پیش آتی ہے۔ [میزان، ج: ۴، ص: ۳۰۲]

کیا ہم کہیں گے کہ ان حضرات کو بھی ”تغیر“ کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا؟ اگر نہیں تو ہشام ہی آنکھ کا شہتہ کیوں ہیں؟ کہ ان کے ”تغیر“ کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔ متغیرین و مختلین کے حوالے سے وہ کتابیں معروف ہیں۔ ایک علامہ ابراہیم الحلی المتوفی ۸۴۱ھ کی الاغتباط بمن رمی بالاختلاط۔ انھوں نے ہشام بن عروہ کے بارے میں علامہ ابن قطان کا قول نقل کیا مگر ساتھ ہی حافظ ذہبی کی تردید نقل کر کے معاملہ صاف کر دیا۔ دوسری علامہ ابن الکلیال المتوفی ۹۳۹ کی ”الکواکب النيرات“ اس میں انھوں نے ہشام کو سرے سے ذکر ہی نہیں کیا۔ اس لیے ان کی طرف اصطلاحی تغیر یا اختلاط کا انتساب قطعاً درست نہیں۔

اس آخری دور میں جب وہ تیسری بار کوفہ آئے تو ان سے کعب، ابن نمیر اور محاضر نے سماع کیا۔ اور اسی دور میں وہ اپنے والد کی روایت

یکم تا ۷ فروری ۲۰۰۸ء..... (۱۷۰)..... ۲۲ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

میں تساہل کا شکار رہے۔ امام یعقوب بن شیبہ کے الفاظ ہیں:

”والدی نری أن هشاماً تسهل لأهل العراق أنه كان لا يحدث عن أبيه إلا بما سمعه منه فكان تسهل أنه أرسل عن أبيه مما كان يسمعه من غير أبيه عن أبيه“۔ [تہذیب، ج: ۱۱، ص: ۴۵]

”ہماری رائے میں ہشام اہل عراق کو تاثر یہ دیتے تھے کہ وہ اپنے والد سے صرف وہی روایات نقل کرتے ہیں جو انھوں نے ان سے سنی ہیں۔ اس میں ان کی بے احتیاطی یہ تھی کہ انھوں نے وہ روایات بھی اپنے والد کی نسبت سے نقل کر دیں جو انھوں نے ان سے براہ راست نہیں بلکہ بالواسطہ سنی تھیں۔“

یہ ہے وہ اصل صورت امام یعقوب بن شیبہ کی نظر میں جو ہشام کی عراق جانے کے بعد پیدا ہوئی۔ اور یہی وہ صورت ہے جو تہذیب میں یوں بیان ہوئی کہ ہشام کوفہ میں تین بار آئے، پہلی مرتبہ وہ باپ اور ان کے استاد کی روایت میں سماع کی صراحت کرتے تھے۔ دوسری بار آئے تو وہ باپ سے سماع کی صراحت کرتے اور جب تیسری بار آئے تو ”ابی عن عائشہ“ کہتے، باپ سے سماع کی صراحت نہیں کرتے تھے۔ یہی وہ تیسری نوبت ہے جس کے بارے میں امام یعقوب نے فرمایا کہ وہ عراق آنے کے بعد تساہل کا شکار ہو گئے کہ باپ سے وہ روایات نقل کر دیں جو انھوں نے براہ راست نہیں سنی تھیں۔ یعنی ارسال و تدلیس کی یہ صورت تیسری آمد پر تھی۔ پہلی اور دوسری آمد میں وہ اپنے والد عروہ کی روایات میں سماع کی صراحت کرتے تھے۔ اس وضاحت سے اہل اشراق کی وہ غلط فہمی بھی دور ہو جاتی ہے کہ کعب، ابن نمیر اور محاضر کی روایات صرف تغیر حفظ کے دور کی ہے۔ جسے انھوں نے بڑی طول بیانی سے اشراق کے ص: ۵۸، ۵۹ میں بیان کیا ہے۔

راقم نے پہلے یہ عرض کیا تھا کہ ہشام کے ارسال کا تعلق دوسری اور تیسری بار سے متعلق ہے۔ مگر امام یعقوب اور تہذیب کی دوسری عبارت سے تقابل کے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ صورت تیسری بار سے ہے پہلی اور دوسری نہیں۔ کیوں کہ پہلی اور دوسری آمد میں تو وہ

اپنے والد سے سماع کی صراحت کرتے تھے جیسا کہ اس کے الفاظ ہیں: ”وقدم الثانية فكان يقول اخبرني أبي“ مگر تیسری بار نہیں۔ اور یہی بات امام یعقوب نے فرمائی ہے کہ وہ آخر میں اپنے والد سے سماع کی صراحت نہیں کرتے تھے۔ اس لیے یہ صورت آخری بات کے متعلق ہے۔

کیا ہشام بن عروہ مدلس ہیں؟

ہشام کے بارے میں ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ وہ مدلس ہے۔ اس کے بارے میں ہم نے جو کچھ عرض کیا تھا اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے: ①..... صحیحین میں مدلس یا مختلط کی روایت جمہور کے نزدیک درست ہے ان میں تدلیس و اختلاط کا راوی پر الزام محل بحث نہیں۔ الا یہ کہ جہاں دلائل قطعیہ سے انقطاع ثابت ہو۔ ②..... ہشام پر تدلیس کا الزام ہی صحیح نہیں جیسا کہ حافظ صلاح الدین کی کلدی اور حافظ الکلی نے فرمایا ہے۔ امام یعقوب کے قول کی بنا پر علامہ ابن العراقی اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مدلس کہا ہے مگر ان کا یہ استدلال امام مسلم اور دارقطنی کی تصریحات کی روشنی میں درست نہیں۔

③..... حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اگر مدلس قرار دیا ہے تو اسے پہلے طبقہ کے مدلسین میں شمار کیا ہے جس کے بارے میں خود انھوں نے وضاحت کی ہے کہ ان کی تدلیس بڑی نادر ہے بلکہ اکثر نے ارسال سے تجویز کرتے ہوئے انہیں مدلس قرار دیا ہے۔

ہماری یہ گزارشات ”صحیحین میں مدلسین کی روایات“ کے عنوان سے ہیں جو اسی اشراق کے ص: ۲۸ سے ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اب آئیے اہل اشراق کے نئے خدشات کا جائزہ لیتے ہیں۔ چنانچہ اب فرمایا یہ گیا ہے کہ راقم نے ”تازہ مضمون میں سرے سے ہشام کو مدلس تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دیا ہے۔ مولانا محترم اسے اگر گستاخی نہ سمجھیں تو ہم پلٹ کر ان سے پوچھنا چاہیں گے کہ اگر آپ کے نزدیک ہشام مدلس نہیں ہے تو اپنے مضمون میں اس کی مععن روایات کو متصل قرار دینے کے لیے اس غیر متعلق ضابطے کا حوالہ ہی کیوں دیا کہ صحیحین

میں مدلسین کا معنہ محمول علی السماع ہے؟“ [اشراق: ص: ۶۱] نسیان تو انسان کے خیر میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام کو نسیان ہوا اس کی ذریت بھی اس کا شکار ہوگی۔ [ترمذی وغیرہ] اسی لیے اہل اشراق جمع خاطر رکھیں ایسی بھول چوک پر ان کی تنبیہ پر ہچمدان، ان کا شکر گزار ہوں گا۔ مگر انہیں خود انصاف کرنا چاہیے کہ ہشام کو مدلس اور اس کی باپ سے روایت کو غیر متصل بنانے کے لیے معرفۃ العلوم للحاکم، ص: ۱۰۴ کے حوالے سے جو کچھ انھوں نے بیان کیا تھا کیا اس کی تردید راقم نے نہیں کی تھی؟ اور امام حاکم نے اسی بنیاد پر انہیں مدلسین میں شمار کیا ہے جب پہلے سے ہم نے اس کی تردید کی ہے تو ہشام کو مدلس قرار نہ دینے کی بات نئی اور ”غیر متعلق“ کیوں کر ہوئی؟ اہل اشراق نے بھی ہماری اس تنقیح پر بالآخر اس کا اعتراف کیا تھا کہ ہشام کا اپنے والد سے سماع نکتہ اختلاف نہیں رہا۔ گو انھوں نے اس کا اعتراف جناب افتخار تبسم صاحب کے سمجھانے سے ہی کیا۔ مگر امام حاکم کا اس حکایت سے ہشام کی تدلیس پر استدلال اور اس پر ہمارا تعاقب تدلیس کا انکار نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ ”امام مسلم اور دارقطنی وغیرہ نے راوی پر طاری ہونے والی وقتی مزاجی کیفیات سے پیدا ہونے والی وصل وارسال کی جس صورت کا ذکر کیا ہے وہ اپنی جگہ بالکل درست ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جس کی نشان دہی امام یعقوب اور ابن حجر چوری صراحت و وضاحت سے کر رہے ہیں وہ امام مسلم کی بیان کردہ صورت سے بالکل مختلف ہے اور اس کو کسی طرح اس پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ اس طرز عمل کو اگر حافظ ابن حجر کے قول کے مطابق تدلیس کہا جائے تو روایت کے انقطاع کے ساتھ ساتھ خود ہشام کی شخصیت عیب دار ہو جاتی ہے اگر اسے اصطلاحی تدلیس پر محمول نہ کیا جائے تو عادتاً اور معمولاً ارسال کا طریقہ اپنا لینا اس سے بہر حال ثابت ہوتا ہے۔“ ملخصاً [اشراق: ۶۱، ۶۲، ۶۳]

اس بحث کے ضمن میں اہل اشراق نے طنز و تعریض کے جو نشتر چلائے ان سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم نے ان کے کلام کا خلاصہ

انہی کے الفاظ میں پیش کر دیا ہے۔ امام یعقوب بن شیبہ کا کلام ہم نے اس لیے ذکر نہیں کیا کہ پہلے وہ نقل ہو چکا ہے اور اس کے بارے میں ہم وضاحت بھی کر چکے ہیں۔ رہی یہ بات کہ امام یعقوب بن شیبہ اور امام مسلم کا کلام بالکل مختلف ہے۔

اولاً: عرض ہے کہ دونوں میں کیا تفاوت ہے؟ بس یہی کہ امام یعقوب نے یہ صورت عراق جانے کے بعد ذکر کی کہ تب وہ ایسی روایات جو والد سے براہ راست نہیں سنی ہوتی تھیں وہ اپنے والد کی نسبت سے بیان کر دیتے تھے۔ جب کہ امام مسلم نے اسی صورت کو مطلق رکھا اور والد کی روایت میں ہی نہیں بلکہ اوپر کی سند میں بھی ان کو اس طرز عمل کا ذکر کیا اور اس کی مثالیں بھی ذکر کیں۔ انہی میں ایک مثال انھوں نے یہ ذکر کی ہے کہ ایوب سختیانی، ابن مبارک، کعب، ابن نمیر وغیرہ ایک روایت ہشام عن عروہ عن عائشہ کی سند سے بیان کرتے ہیں۔ جب کہ لیث بن سعد، داود الطمار، حمید الاسود، وہیب بن خالد اور ابواسامہ اسے ہشام سے بواسطہ عثمان بن عروہ عن عروہ عن عائشہ کی سند سے روایت کرتے ہیں۔ غور فرمائیے یہ دونوں اسانید ہشام کے مدنی تلامذہ پر مشتمل نہیں۔ اہل اشراق تو شائد امام یعقوب کے قول کی بنا پر اسے عراقی روایت سمجھ کر اس میں ہشام کا تصرف قرار دیں۔ بلکہ پہلی سند کو ہشام کی تدلیس کا نتیجہ سمجھیں مگر امام مسلم اس بنا پر نہ یہ فرق کرتے ہیں نہ ہی ہشام کو مدلس، بلکہ اسے وہ ارسال اور ہشام کو طبعی حالت پر محمول کرتے ہیں۔ اہل اشراق اپنے جذبات سے ہٹ کر اگر امام مسلم کی دی ہوئی مثالوں پر غور کر لیتے تو شائد ان کے اور امام یعقوب کے موقف میں کوئی جوہری فرق نہ پاتے۔

ثانیاً: امام یعقوب کے بیان سے نتیجہ کیا نکلا؟ یہی جو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ”هذا هو التدليس“ جسے اہل اشراق نے اپنے جذبات میں یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ ”اس سے ہشام کی شخصیت بھی بطور ایک راوی کے عیب دار ہو جاتی ہے“ چلئے! ہشام اس اعتبار سے ”عیب دار“ ٹھہرے۔ مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ہی سے یہ بھی تو پوچھیے کہ یہ ”عیب داری“ کیسی ہے؟ ہم عرض کر چکے ہیں کہ انھوں نے طبقات المدلسین

اور النکت میں ہشام کو پہلے طبقہ میں شمار کیا جن کی تدلیس نادر ہوتی ہے اور ان کے ارسال پر تجوزاً تدلیس کا اطلاق کیا گیا ہے۔ انھوں نے تو فرمایا کہ دوسرے طبقہ کے مدلسین کی تدلیس کو ائمہ نے محتمل قرار دیا ہے لہذا اس کے بعد پہلے طبقہ کے ہشام کی تدلیس کی پوزیشن ہی کیا رہ جاتی ہے۔ تقریب میں بھی انھوں نے ”ربما دلّس“ ہی کہا۔ کجا عراق میں ہشام کی یہ ”عادت“ اور کجا اس کی بنا پر ”ربما دلّس“ کا فیصلہ۔ بلکہ ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ص: ۴۶۴ میں بخاری کے راویوں پر اسباب طعن ذکر کرتے ہوئے ہشام کا جو ”عیب“ ذکر کیا ہے وہ ”ذکر بالتدلیس أو الارسال“ کہ اس پر تدلیس یا ارسال ”عیب“ ہے۔ یہاں ”أو الارسال“ کیا ہوا؟ گویا وہی بات جو النکت میں طبقہ اولیٰ کے مدلسین کے بارے میں کہی ہے۔ لہذا اہل اشراق ہشام کو ”عیب دار“ سمجھتے ہیں تو ہم اس سے انہیں روک نہیں سکتے بلکہ ہم ان کی یہ مجبوری سمجھتے ہیں۔ حافظ ابن حجر انہیں ایسا ”عیب دار“ بہر حال قرار نہیں دیتے۔

ثالثاً: علامہ عبد الرحمن المعلمی نے بھی فرمایا ہے کہ ”والتحقیق انه لم يدلس قط“ تحقیق یہی ہے کہ ہشام بالکل مدلس نہیں اور مقدمہ مسلم کے حوالے سے بھی انھوں نے وہی بات فرمائی جو ہم نے عرض کی کہ امام مسلم نے ہشام کے اس اسلوب کے باوجود مدلس قرار نہیں دیا۔ بلکہ انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایسی روایات جن میں ہشام نے ایسا کیا ہے وہ نادر ہیں اور ان میں ان کے اور ان کے والد عروہ کے مابین ان کے بھائی عثمان اور محمد بن عبد الرحمن بن نوفل یتیم عروہ جیسے ثقہ راوی ہی ہیں ”لا شک فیہ“ جس میں کوئی شک دریب نہیں۔ [النکیل، ج: ۲، ص: ۵۰۳، ۵۰۴]

لہذا جب وہ عثمان ایسے ثقہ راوی کو ہی حذف کرتے ہیں تو انقطاع کے اعتراض میں کوئی وزن نہیں رہتا۔

رابعاً: حافظ ابن حجر امام یعقوب کے قول کی بنا پر ”ربما دلّس“ کہتے ہیں اور مدلسین کے پہلے طبقہ میں شمار کرتے ہیں۔ جن کی تدلیس نادر ہوتی ہے یا ان کے ارسال پر تدلیس کا اطلاق ہوتا ہے۔ تدلیس یا

اہل اشراق کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ انصاف سے فرمائیں کہ ”اسحاق عن الزہری“ کی جو پوزیشن محدثین کرام کے ہاں ہے کیا وہی پوزیشن ”ابواسامہ عن ہشام“ کی ہے؟ عرض ہے کہ قطعاً نہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اگر وہ اپنے مخصوص زاویہ فکر کے تحفظ سے گریز کرتے ہوئے انصاف کریں گے تو وہ بھی یہی فیصلہ دیں گے کہ دونوں کی پوزیشن یکساں نہیں۔ ”ابواسامہ عن ہشام“ کی سند بالاتفاق حجت ہے بلکہ ابواسامہ کی ہشام سے منفرد روایات کو بھی محدثین نے صحیح اور درست قرار دیا ہے۔ جیسا کہ قبل ازیں ہم باحوالہ اس پر بحث کر چکے ہیں مگر اسحاق کی امام زہری سے روایت ہی میں محدثین نے کلام کیا ہے اور اس کی ایسی منفرد روایت کو امام بخاری نے تو قبول ہی نہیں کیا۔ اس لیے دونوں کو ایک ہی پلڑے میں رکھ کر اسحاق عن الزہری کے تفرد کے تناظر میں ابواسامہ عن ہشام کے تفرد پر اعتراض بے انصافی پر مبنی نہیں تو اور کیا ہے؟ بلکہ یہ اسلوب تحقیق خوئے بدرا بہانہ بسیار کا مصداق ہے۔

میں درج ذیل عبارت پڑھی جائے۔

قواعد تو غیر ماہرین اور عوام کی پابندی و تحدید کے لیے ہوتے ہیں جن کے بارے میں شارع علیہ السلام کی تحدید وارد نہیں ہوتی۔

اسحاق بن راشد کی زیادت:

غنائے جارتین کی حدیث کو امام زہری بھی عروہ سے بیان کرتے ہیں اور امام زہری کے تلامذہ میں صرف اسحاق بن راشد ہیں جو اس روایت میں ”فسبہما وخرق دفیہا“ کے الفاظ ذکر کرتے ہیں۔ لیکن یہ الفاظ محل نظر ہیں۔ کیوں کہ اسحاق بن راشد کی امام زہری سے روایات میں کلام ہے۔ حتیٰ کہ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا ہے کہ ”لیس ہونی الزہری بذاک“ اور امام محمد بن یحییٰ الزبلی، جن کا امام زہری کی روایات میں اختصاص محدثین کے ہاں مصروف ہے، فرماتے ہیں: ”ہو مضطرب الحدیث فی حدیث الزہری“ امام نسائی نے بھی اس کی زہری کی روایت کو قوی قرار نہیں دیا۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس کی کوئی روایت ایسی نہیں لی جس میں وہ زہری سے روایت کرنے میں منفرد ہوں بلکہ مقرونا ہی روایت لی ہے۔ ثقہ راوی جب ایسے راوی سے روایت کرے، جس سے روایت کرنے میں محدثین نے اس پر کلام کیا ہو اور وہ اس روایت میں یا کوئی زیادت ذکر کرنے میں منفرد ہو تو اس کا تفرّد قابل قبول نہیں ہوگا۔ اہل اشراق نے ہماری انہی گزارشات پر بروایتی انداز سے جو تبصرہ کیا اس سے قطع جو کچھ انھوں

لباس کے آداب

شیخ عمر فاروق

”انسان کو چاہیے کہ اپنی خوراک پر غور کرے کہ ہم نے خوب پانی برسایا، پھر زمین (جس میں تم نے بیج بویا تھا) کو اچھی طرح پھاڑا، پھر ہم نے اُس میں اناج اگائے، اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور، اور گھنے باغات اور طرح طرح کے میوے اور گھاس چارہ بھی (جو تمہارے مویشی کھاتے ہیں۔)“

بچو! غور کرو! پھر انسان کو لکھنے پڑھنے کا سلیقہ عطا کیا، یہ نعمت بھی صرف اُسی کے حصہ میں آئی۔

﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝﴾

[العلق: ۱/۴-۶]

”پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، اُس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا، (اور خون ہی انسان کے جسم کو تندرست اور توانا رکھتا ہے۔) پڑھو تمہارا رب بڑا ہی کرم کرنے والا ہے، اُس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔“

پھر غور کرو کہ اُس مہربان خالق و مالک نے انسان کو بولنے کی قوت عطا کی اور ہمارے پیارے رسول ﷺ پر قرآن ایسی عظیم کتاب نازل فرمائی، کہ اس میں اُس کے احکام درج ہیں۔ کہ فلاں فلاں باتوں پر عمل کرو گے تو تمہیں انعام ملے گا اور فلاں فلاں باتوں کو کرو گے تو تمہیں سزا ملے گی۔ مثلاً سچ بولو گے تو وہ خوش ہوگا اور جھوٹ بولو گے تو وہ ناراض ہوگا وغیرہ۔ ہمارے پیارے رسول ﷺ کی پاکیزہ زندگی قرآن حکیم کا نمونہ تھی ”كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ“ آپ ﷺ کے اخلاق تو قرآن کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔

﴿الرَّحْمَنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہر لحاظ سے عزت اور مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ اُسے اپنی تمام مخلوقات میں بہترین شکل و صورت سے نوازا ہے۔ رب کریم کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾

[التین: ۴/۹۵]

”ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے۔“
اپنے جسم اور اس کی بناوٹ پر غور کرو، اُس نے کتنی خوبی اور صفائی سے اسے بنایا ہے۔ یہ آنکھیں، یہ کان، یہ ناک اور منہ اور اُس میں چمکتے ہوئے دانت، یہ ہاتھ، پاؤں، کیسے مناسب انداز سے انہیں سجایا ہے۔

﴿الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوِّكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ﴾ [الانفطار: ۸۲/۸۰۷]

”جس (خالق) نے تمہیں پیدا کیا، پھر تک سک سے درست کیا، اور ہر طرح سے متناسب بنایا اور جس صورت میں چاہا تم کو جوڑ کر تیار کیا۔“

﴿فَتَبَرَّكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾ [المومنون: ۱۴/۲۳]

”پس بہت برکتوں (اور رحمتوں) والا ہے اللہ سب سے بہترین پیدا کرنے والا۔“

پھر غور کرو تو سب سے عمدہ غذا بھی انسان ہی کو عطا کی گئی ہے۔
﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ ۝ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۝ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۝ وَ عَنَبًا ۝ وَقَضْبًا ۝ وَ زَيْتُونًا ۝ وَ نَخْلًا ۝ وَ حَدَاقًا ۝ غُلْبًا ۝ وَ

فَاكِهَةً ۝ وَ أَبًّا ۝﴾ [عبس: ۸۰/۲۴-۳۱]

”اللہ تعالیٰ انتہائی مہربان (آقا) نے قرآن سکھایا، اُسی نے انسان کو پیدا کیا اور اُسے بولنا سکھایا۔“

بچو! یہ لباس بھی اُس رب کریم کا بہت بڑا انعام ہے۔ اس کو پہننے سے انسان کی عزت اور عظمت ہے، جمال اور زینت ہے، ارشاد ہوتا ہے:

﴿يُمْنِيَّ أَدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُورِي سَوَآتِكُمْ وَرِيشًا ۚ وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ يَذَكَّرُونَ﴾ [الاعراف: ٧/٢٦]

”اے اولادِ آدم ﷺ! ہم نے تمہارے لیے لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے جسم کے قابلِ شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لیے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو، اور تقویٰ کا لباس تو کیا خوب ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، شاید کہ لوگ اس سے سبق لیں۔“
بچو! اس آیت مبارکہ سے ہمیں یہ باتیں معلوم ہوں:

(ا)..... سیدنا آدم ﷺ اور ان کی اولاد جو قیامت تک آئے گی، اُن کے لیے لباس پہننا ضروری ہے کہ انسان کا شرف اسی میں ہے۔

(ب)..... لباس کا مقصد جسم کے اُن حصوں کو چھپانا ہے جنہیں چھپائے بغیر انسان شرم و حیا کھو بیٹھتا ہے۔ اُس کی عزت اور شرافت رخصت ہو جاتی ہے۔ ”سواآت“ کے یہی معنی ہیں۔

(ج)..... لباس سے انسان کو زیب و زینت ملتی ہے جیسا کہ عربی زبان میں کہتے ہیں: ”النَّاسُ بِاللِّبَاسِ“ لوگ لباس ہی سے خوش نما معلوم ہوتے ہیں۔ یہی ”ریش“ کے معنی ہیں، ”ریش“ دراصل پرندوں کے پروں کو کہتے ہیں جس سے وہ خوب صورت بھی معلوم ہوتے ہیں اور اُن کے جسم کی حفاظت بھی ہوتی ہے۔

(د)..... لباس ایسا ہونا چاہیے جو زیب و زینت کے علاوہ، سادہ، صاف ستھرا، جسم کو پوری طرح ڈھانپنے والا ہو، حیا اور وقار کو ظاہر کرے، اس میں بے حیائی کی کسی طرح بونہ آئے اور نہ اُس میں کوئی تکلف اور بناوٹ ہی ہو، یہی ”لباس التقویٰ“ ہے۔

(ه)..... اچھی پوشاک اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ اس کی جگہ چھٹے

پرانے اور میلہ چیلے کپڑے پہننا، اُس کی ناشکری ہے۔ قرآن حکیم میں آتا ہے:

﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ [الضحی: ٩٣/١١]

”اور اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتے رہو۔“

یعنی اللہ تعالیٰ کے جو انعامات اور احسانات ہیں انہیں حاصل کرنے کے بعد ہماری زبانوں میں اس مالک کی حمد و ثنا کے کلمات جاری و ساری رہیں۔ اس لیے نیا لباس پہنتے وقت رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

«الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي

وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي» [ترمذی، ابواب الدعوات]

”ہر تعریف اور ہر شکر اُس اللہ کے لیے ہے، جس نے مجھے ایسا لباس پہنایا جس سے میں اپنا ستر (جسم) کے چھپانے والے حصے (چھپا لوں اور زندگی میں اُس سے زینت اور زیبائی حاصل کروں۔“

اس لیے حدیث مبارک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ يَرَى أَثَرِ نِعْمَتِهِ عَلَى عَبْدِهِ»

[رواہ الترمذی، ریاض الصالحین، رقم: ٨٠٧]

”اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھے۔“

(و)..... لباس میں حیا اور وقار کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ

غرور اور تکبر سے بچنا ضروری ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

﴿إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُنْتَكِبِينَ﴾

”اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا جو غرور و نفیس میں

بتلا ہوں۔“

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«لَا يَنْظُرُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى مَنْ جَرَّ اِزَارَهُ بَطَرًا»

[متفق علیہ، ریاض الصالحین، رقم: ٧٩٦]

”اللہ تعالیٰ (روزِ قیامت) اُس شخص کی طرف نظر نہیں کرے

گا جو غرور میں آکر پائجامہ (شلوار) کو لٹا کر چلے گا۔“

معلوم ہوا کہ غرور کا لباس کبھی ”لباس التقویٰ“ نہیں ہو سکتا۔
(ز)..... وہ خواتین جو ”لباس التقویٰ“ کو نہ اپنائیں اُن کے لیے قیامت کے روز عذاب کی وعید ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”وہ عورتیں جو ظاہر میں تو کپڑے پہنے ہوئے ہیں مگر حقیقت میں برہنہ نظر آئیں۔“

(ح)..... یہ بات بھی ”لباس التقویٰ“ کے خلاف ہے کہ مرد عورتوں جیسا لباس پہنیں اور عورتیں مردوں جیسا، احادیث مبارکہ کے مطابق ایسے لوگ اللہ کی رحمت سے محروم ہیں۔

زندگی کی دوراہیں ہیں:

بچو! اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندگی کی دوراہیں بتائی ہیں اور اُن کی سوچ بوجھ بھی عطا کی ہے۔ ایک نیکی یا شکر گزاری کا راستہ اور دوسرا بدی یا کفرانِ نعمت کا راستہ، اس میں انسان کا امتحان بھی ہے کہ وہ کون سا راستہ اختیار کرتا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾

”ہم نے اُسے راستہ دکھا دیا، خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر

کرنے والا۔“ [الدھر: ۷۶/۳]

دیکھو! شکر گزاری کا راستہ، ایمان کا راستہ ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا راستہ ہے، فرماں برداری کا راستہ ہے، اس راستے پر چلنے والے مسلمان کہلاتے ہیں، انہیں دنیا اور آخرت میں کامیابیوں کی خوش خبری ہے۔ کفرانِ نعمت کا راستہ اپنی خواہشات پر چلنے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا راستہ ہے۔ اس کا نقصان دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی۔ اس راستے پر چلنے والے ”کافر“ کہلاتے ہیں۔ ان کا ذکر قرآن میں اس طرح آتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ﴾

”وہی اللہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا ہے، پھر تم میں سے کوئی

کافر ہے اور کوئی مومن۔“ [التغابن: ۶۴/۲]

بچو! شیطان (ابلیس) اور اُس کے ساتھی کافروں میں سے ہیں

ان کا کام لوگوں کو سیدھے راستے سے بھٹکانا ہے اور بری باتوں کی طرف لے جانا ہے، وہ لوگوں کو سبز باغ دکھاتے ہیں اور زہر کی پڑیوں پر شکر لکھ کر دکھاتے ہیں۔ لہذا ان سے دشمنی ہی عافیت کا راستہ ہے، اللہ تعالیٰ کی ہمیں نصیحت ہے۔

﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ط إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾

”شیطان تمہارا دشمن ہے، اس لیے تم بھی اُسے اپنا دشمن ہی سمجھو، وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لیے بلاتا ہے کہ وہ سب

دوزخیوں میں شامل ہو جائیں۔“ [فاطر: ۳۵/۶]

ایک اور جگہ اس طرح فرمایا:

﴿أَفْتَتَخَذُونَهُ وَ ذُرِّيَّتَهُ أَزْوَاجًا ط إِنَّهُمْ لَكُمُ عَدُوٌّ ط بَشَرٌ لِّلظَّالِمِينَ بَدَلًا﴾ [الکھف: ۱۸/۵]

”کیا تم مجھے چھوڑ کر اُس کو اور اُس کے چیلوں کو اپنا سرپرست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں (یاد رکھو! اللہ کو چھوڑ

کر) ظالموں کو برا بدلہ ہاتھ لگا۔“

بچو! یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے اور اُسی کا سہارا

ڈھونڈنے والے ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں، ارشاد ہوتا ہے:

﴿أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

[المجادلہ: ۵۸/۲۲]

”یاد رکھو! اللہ کا گروہ ہی درحقیقت کامیاب لوگ ہیں۔“

جب کہ شیطان اور اُس کے ساتھی (یعنی تمام کفار اور ان کا

شکر) تباہ و برباد ہونے والے ہیں۔

﴿أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾

”یاد رکھو! شیطان اور اس کا لاؤ لشکر خسارہ اٹھانے والے

ہیں۔“ [المجادلہ: ۵۸/۱۹]

بچو! آؤ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا بنا لے اور ہم اُس کے

حکموں پر سنت رسول ﷺ کے مطابق عمل پیرا ہو جائیں، آمین۔

❀.....❀.....❀.....❀

ایک راہزن راہب اور غریب مسافر

ترجمہ: عبدالصمد ریالوی

کتاب الفرج بعد الشدہ میں فوج کے ایک آدمی کا عجیب و غریب واقعہ اس کی اپنی زبانی بیان کیا گیا، وہ کہتا ہے:

میں شام کے کسی شہر سے کسی گاؤں کے سفر پر نکلا جب میں نے چند فرسخ راستہ ہی طے کیا تھا کہ تھکاوٹ نے آلیا۔ میرے ساتھ میری خچر بھی تھی جس پر میرا سامان سفر لادا ہوا تھا۔ شام قریب ہو گئی تھی۔ اچانک مجھے ایک بڑا گر جانظر آیا۔ وہاں عبادت میں مصروف ایک راہب بھی تھا وہ میری طرف آیا، میرا استقبال کیا، اور اپنے پاس بطور مہمان رہنے کی گزارش کی۔ میں نے اس کی درخواست قبول کر لی۔

جب میں گرے میں داخل ہوا تو وہاں مجھے اس کے علاوہ اور کوئی شخص بھی دکھائی نہ دیا۔ اس نے مجھ سے خچر لے کر اس کے آگے جو ڈال دیئے اور کجاوہ اتار کر ایک کمرے میں رکھ دیا۔ مجھے گرم پانی لا کر دیا چون کہ موسم انتہائی سرد تھا۔ برف باری ہو رہی تھی اس لیے اس نے بہت بڑی آگ میرے پاس جلا دی اور مجھے عمدہ کھانا لا کر دیا۔ کھانا کھانے کے بعد میں کچھ دیر ٹھہرا جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو میں نے سونے اور آرام کرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے اس سے بیت الخلاء کا راستہ پوچھا تو اس نے مجھے بتایا اس وقت ہم دونوں ایک ہی کمرے میں تھے۔ میں اٹھا اور بیت الخلاء کی طرف چل دیا جب بیت الخلاء کے دروازے پر گیا تو اس کے اندر ایک بڑی چٹائی بغیر فرش کے بچھی ہوئی تھی۔ جب میں نے اس پر پاؤں رکھا تو وہ مجھے لے کر نیچے جا گری اور میں ایک میدان میں جا پڑا۔ زبردست برف باری ہو رہی تھی میں نے بلند آواز سے چیخ کر راہب کو بلایا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ میرا بدن گرنے سے شدید زخمی ہو گیا تھا مگر اللہ کے فضل سے میں محفوظ اور صحیح سالم تھا۔ میں گرے کے محراب میں برف سے بچنے کے

لیے پناہ لینے آیا تو اچانک ایک پتھر میری طرف کسی نے پھینکا جو اگر میرے دماغ پر آگلتا تو اسے پیس کر رکھ دیتا۔ میں اس جگہ سے چپتا ہوا نکل بھاگا تو اس نے مجھے گالی دی تب مجھے معلوم ہوا کہ یہ جو کچھ میرے ساتھ ہوا سب اسی راہب نے ہی کیا اور اس نے میرے سامان کی لالچ میں اس طرح کیا۔

جب میں گرے کے سائے سے باہر گیا تو مجھ پر برف گرنے لگی جس نے میرے کپڑے بھگو دیئے۔ میں نے سوچا کہ میں سردی اور برف کی وجہ سے تباؤ ہو جاؤں گا تو میرے دل میں ایک تجویز نے جنم لیا۔ میں نے تقریباً بیس رطل کا پتھر کندھوں پر اٹھالیا اور صحرا کے اندر لمبے چکروں میں دوڑنے لگا۔ یہاں تک کہ میں تھک گیا اور جسم گرم ہو کر پسینہ سے شرابور ہو گیا تو پتھر کو پھینک دیا اور بیٹھ کر آرام کرنے لگا۔ پھر جب مجھے سکون آ گیا اور میں ٹھنڈا ہو گیا تو دوبارہ پتھر اٹھا لیا اور دوڑنے لگا اسی طرح میں صبح تک کرتا رہا۔

سورج نکلنے سے تھوڑی دیر پہلے جب میں گرے کے پیچھے پہنچا تو میں نے گرے کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی تو میں نے دیکھا کہ راہب باہر آیا اور اس جانب آیا جہاں میں گرا تھا۔ جب مجھے وہاں نہ دیکھا تو کہنے لگا: لوگو! اس کا کیا ہوا؟ وہ کدھر گیا؟ میں اس کی یہ بات سن رہا تھا پھر وہ ادھر ادھر مجھے تلاش کرنے لگا مگر اسے میرا کوئی سراغ نہ ملا۔ میں اس کی مخالف جانب سے دروازے کی طرف جا کر گرے میں داخل ہو گیا اور دروازے کے پیچھے کھڑا ہو گیا میری کمر بند میں ایک خنجر تھا جس کا راہب کو کوئی علم نہیں تھا۔ راہب مجھے تلاش کرنے گرے کے آس پاس گھومتا رہا مگر میرے بارے میں اسے کوئی پتا نہ چل سکا اور نہ ہی اسے میرے کچھ آثار نظر آئے تو وہ واپس گرے میں آیا اور دروازہ

انتقال پر ملا

راقم عبد اللہ یوسف کے ہم زلف اور حاجی عبداللطیف گل سابق چیئرمین وحاجی عبدالعزیز گل کے ماموں مولوی عبدالرحیم سنہ کنری (سندھ) جن کا سابقہ تعلق بھوجیاں سے تھا۔ عید الاضحیٰ کے بعد چند دن

شدید بیمار رہ کر وفات پا گئے۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون
مرحوم نہایت سادہ زندگی گزارنے والے نیک و صالح، دین سے محبت رکھنے والے انسان تھے۔ مرحوم نے پسماندگان میں بیوہ اور دو بیٹے، دو بیٹیاں چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی حسنت قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

[عبد اللہ یوسف، ناظم دارالحدیث، اوکاڑا۔ 044-2521460]

پریشانیوں، مصیبتوں، جادو، آسیب سے نجات اور
برکتوں کے حصول کے لیے عظیم الشان قرآنی وظیفہ

حرز اعظم

☆ شفا ☆ برکت ☆ نجات ☆ اولاد ☆ وقار
☆ سکون ☆ صحت ☆ عزت

مبلغ پانچ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائیں

SHAKIL TRADERS

Mehrab Market, Chtchi Gali No.1,

Marriot Road, P.O. Box 5507,

Karachi-74000 Pakistan.

بند کرنے لگا تو میں نے جلدی سے اس کو خنجر مار کر گرا دیا اور جلدی سے
ذبح کر دیا اور دروازہ بالکل بند کر دیا اور بالا خانے میں چلا گیا اور آگ
تا اپنے لگا جو پہلے سے وہاں جل رہی تھی۔ اور اپنے کجاوے سے بہت
سے کپڑے لے کر اپنے اوپر ڈال لیے اور راہب کا کمبل لے کر سو گیا
پھر عصر کے قریب تک ہوش میں نہ آیا۔

جب میں سو کر اٹھا تو گرے میں گھوم پھر کر کھانا تلاش کر کے
کھانے لگا۔ جب کچھ سکون و آرام حاصل ہوا تو گرے کے کمروں کی
چابیاں لے کر ایک ایک کمرے کو کھولنے لگا تو میں نے وہاں سونا، چاندی،
ساز و سامان کپڑے، مختلف آلات، لوگوں کے کجاوے، زاد راہ جو سوار یوں
پر لائے تھے سب کچھ موجود پایا۔ تب مجھے خیال آیا کہ ہر اکیلے راہگر
سے یہ ایسا سلوک ہی کرتا ہوگا اور اس پر غالب آ کر مارتا ہوگا۔

میں اپنے دل میں ان واقعات سے انتہائی حیران تھا۔ نیز میری
سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ میں اس مال کو یہاں سے اپنے گھر میں منتقل
کرنے کا کیا طریقہ اختیار کروں۔ آخر کار میں نے راہب کا لباس
پہن لیا اور کچھ دن گرے میں مقیم رہا۔ دور سے گزرنے والوں کو اپنا
آپ دکھاتا تا کہ لوگوں کو کوئی شک نہ گزرے کہ میں راہب نہیں۔ مگر
جب وہ قریب آتے تو اپنا چہرہ ان کے سامنے نہ کرتا۔ جب میرے
نشانات پوشیدہ ہو گئے تو میں نے راہب کا لباس اتار دیا اور دوبارے
گرے کے مال سے بھر کر اپنے خنجر پر لادے اور گرے کے قریب ہی
ایک بستی میں لے گیا۔ وہاں پر میں نے ایک مکان کرایہ پر لے لیا اور
وہاں یہ سامان رکھ دیا اور اسی طرح خنجر پر سامان لاد کر منتقل کرتا رہا۔
یہاں تک کہ میں سارا سونا چاندی اور جس سامان کا اٹھانا آسان تھا اور
زیادہ قیمتی تھا وہاں پہنچا دیا اور گرے میں صرف بھاری سامان رہنے
دیا۔ اس کے بعد میں نے بہت سے جانور اور آدمی کرائے پر لیے اور
ان سب کو ایک دفعہ لے کر گیا اور اپنی طاقت کے مطابق سارا سامان
لا دیا اور بہت بڑی حیران کن غنیمت ایک بہت بڑے قافلے کے
ساتھ اپنے شہر لے آیا اور میں نے بہت بڑا مال حاصل کر لیا۔

یہ حکایت حافظ ابن شاکر نے بھی اپنی تاریخ میں ابو محمد البطل
سے روایت کی ہے۔



یہ روح انقلاب سے ہے بے خبر ابھی
 دُزدیدہ فریب ہے اس کی نظر ابھی
 تاریک شب کی زد میں ہے اس کی سحر ابھی
 اس پر کھلی نہ دانش خیرالبشر ابھی
 بنیاد جس سے ہے ابدی انقلاب کی
 بھولا اُسے تو اپنی ہی مٹی خراب کی
 بھٹکا ہوا ہے جب سے رہ مستقیم سے
 نکلا ہے جب سے درسِ الف لام میم سے
 جب سے کٹا ہوا ہے کلام و کلیم سے
 ٹھنڈک دلوں کی مانگ رہا ہے ججم سے
 بے راہ منزلوں کا ہے رہوار آدمی
 اپنی ہی جان کا ہے خود آزار آدمی
 کیسے تجھے بتاؤں ، یہاں کیا ہے آدمی
 بے برگ و گل زمانہ ہے صحرا ہے آدمی
 بے کیف انجمن ہے کہ تنہا ہے آدمی
 بے چارگی میں ایک تماشا ہے آدمی
 اس عقل بے خروش میں کوئی جنوں نہیں
 لگتا ہے ، آدمی کی رگِ جاں میں خوں نہیں